امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۲۵؍شوال المکرم ۱۴۴۲ھ مطابق ۷؍جون ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 23

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ مولانا نور عالم خلیل امینیؒ……
■ حکایات اہل دل
■ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا غم
■ بچوں میں تحصیل زبان سے متعلق……
■ تجارت کے شرعی اصول
■ نئی نسل کا مستقبل……
■ خبر نامہ، ملی سرگرمیاں، ہفتۂ رفتہ

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

لکشدیپ

کشمیر میں دفعہ ۳۷۰؍اور ۳۵اے کے ختم کرنے، وہاں کی زمین کی خریداری عام ہندوستانیوں کے لئے عام کرنے اور دوسری ریاستوں کے لوگوں کو وہاں بسنے کی سہولت دینے کے بعد اب مرکزی حکومت کی نگاہ لکشدیپ پر ہے، جہاں پنچانوے فی صد سے زیادہ مسلمان بستے ہیں اور جہاں جرائم کا گراف صفر ہے، یہاں پیار و محبت کے ساتھ زندگی گذارنے کا معمول رہا ہے، مرکزی حکومت اب وہاں کے نظام کو درہم برہم کرنا چاہتی ہے، اسی لیے پرفل کمار کو یہاں کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا ہے اور انہوں نے آتے ہی شراب کی دوکانیں کھولنے، گوشت پر پابندی لگانے، کسی بھی شخص کو گرفتار کرکے پوشیدہ رکھنے اور کسی کی بھی زمین سرکار کے ذریعہ لے لینے سے متعلق ایک مسودہ مرکزی حکومت کو بھیجا ہے، اگر یہ قانون بن جاتا ہے تو وہاں کی مخصوص قسم کی تہذیب وثقافت کو خطرہ لاحق ہوگا، جس کی وجہ سے لوگوں میں بے چینی پائی جارہی ہے۔

لکشدیپ بحیرۂ عرب میں واقع کیرالا کے مالابار سے کوئی دو سے تین سو کلومیٹر دوری پر واقع جزیروں کا سلسلہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد چھتیس ہے، بتیس (۳۲) مربع کلو میٹر پر واقع مرکزی حکومت کے زیر انتظام لکشدیپ میں صرف ایک ضلع اور دس سب ڈویزن ہیں، یہ کیرالا ہائی کورٹ کے تحت ہے، یکم نومبر ۱۹۵۶ء میں اسے کیرالہ کے مالا بار ضلع سے الگ کرکے مرکزی حکومت کے زیر انتظام لایا گیا تھا، یہاں کے صرف دس جزیروں پر آبادی ہے باقی اب بھی غیر آباد ہیں، ۱۷۸۷ء میں ان جزیروں پر ٹیپو سلطان کی حکومت تھی۔

مرکز کے زیر انتظام آنے کے بعد صدر جمہوریہ کی طرف سے یہاں کا ایک ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا جاتا رہا ہے، جو آئی اے ایس ہوا کرتا تھا، ۱۹۵۷ء اور ۱۹۶۲ء میں صدر جمہوریہ کی طرف سے یہاں سے ممبر پارلیامنٹ نامزد کیے گئے تھے، ۱۹۶۷ء سے ۲۰۰۴ء تک پی ام سعید یہاں سے باضابطہ منتخب ہوکر پارلیامنٹ جاتے رہے، ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۹ء میں محمد فیصل پی پی یہاں سے ممبر پارلیامنٹ چنے گئے۔

پرفل کھوڑا پٹیل یہاں کے پینتیسویں (۳۵) ایڈمنسٹریٹر ہیں، امیت شاہ کو سہراب الدین قتل کیس میں جب نریندر مودی کے دور حکومت میں عدالت نے دربدری کی سزا دی تھی تو ان کی جگہ نریندر مودی وزیر اعلیٰ گجرات نے پرفل پٹیل کو وزیر داخلہ بنایا تھا، ان دونوں سے جو ان کی وفاداری رہی ہے اس کے نتیجہ میں یہ آئی اے ایس نہ ہونے کے باوجود ایڈمنسٹریٹر کی کرسی تک پہونچ گئے ہیں، اور مرکزی وزیر داخلہ کے منصوبوں کو زمین پر اتارنے کے لیے تیزی سے کام شروع کر دیا ہے۔ بڑے کے گوشت پر پابندی، شراب کی خرید وفروخت کی اجازت کے ساتھ انہوں نے پنچایتی انتخابات میں انہیں کے لیے کھڑے ہونے کی بات کہی ہے، جن کے دو بچے ہیں، یہ ایک غیر دانشمندانہ سوچ ہے، خصوصاً جب کہ شرح پیدائش یہاں ہندوستان کے تمام صوبوں سے کم ہے، آج بھی اس جزیرہ کی پوری آبادی صرف پینسٹھ (۶۵۰۰۰) ہزار لوگوں پر مشتمل ہے، آبادی میں اضافہ کی شرح یہاں ۶ء۲۳؍فی صد ہے، جب کہ ہندوستان میں ۷ء۱۷؍فی صد کا اضافہ درج ہوتا رہا ہے۔

مرکز کے زیر انتظام اس علاقہ کے لیے پرفل پٹیل نے چار قانونی مسودات مرکز کو ارسال کیے ہیں ایک ”لکشدیپ پنچایت راج ریگولیشن ۲۰۲۱ء“ ہے، جس کے تحت دو بچوں سے زیادہ بچے پیدا کرنے والے والدین کو انتخاب سے دور رکھنے کی بات کہی گئی ہے، دوسرا مسودہ ”اینیمل پریوینشن ریگولیشن ۲۰۲۱ء“ ہے جس میں بڑے جانوروں کے ذبیحہ پر پابندی کی بات کہی گئی ہے، تیسرا ”انٹی سوشل ریگولیشن ۲۰۲۱ء“ ہے جس کے ذریعہ کسی شخص کو بھی غیر وارنٹ گرفتاری اور اس گرفتاری کو عرصہ دراز تک خفیہ رکھنے کا اختیار انتظامیہ کو مل جائے گا، چوتھا ”لکشدیپ ڈولپمنٹ اتھارٹی ریگولیشن ۲۰۲۱ء“ ہے، جس کے مطابق ترقیاتی مقاصد کے لیے کسی کی بھی زمین کو حکومت اپنی حسب منشا تحویل میں لے سکتی ہے، یہ تجاویز ابھی مسودات کی شکل میں ہیں، انہیں قانون بنانے کے مراحل کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

وہاں کے مقامی آبادی کا احساس ہے کہ ان قوانین کے بن جانے کے بعد لکشدیپ کے لوگوں کا سکون وچین چھن جائے گا، اس لیے وہاں کے ایم پی اور دیگر لوگوں نے سرکار سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ پرفل کھوڑ پٹیل کو واپس بلالے اور ان مسودات پر کارروائی نہ کرے، لیکن ہندوستان کی حکومت کا مزاج کسی کی بات سننے کا نہیں ہے، صرف ”من کی بات“ کہنے کا ہے، جس میں کام کی بات کم ہوا کرتی ہے، ایسے میں یہ سمجھنا کہ حکومت اپنے نمائندہ کو واپس بلالے گی، بڑی بھول ہوگی؛ اس کے لیے متحدہ اور مشترکہ کوشش ہونی چاہیے اور کیرالہ حکومت کو اس میں آگے آنا چاہیے کیوں کہ لکشدیپ اصلاً اسی کا حصہ ہے اور وہاں کی بیشتر آبادی کیرالہ سے نقل مکانی کرکے ہی وہاں آباد ہوئی ہے، کیرالہ حکومت نے اس کا آغاز کر دیا ہے، یہ ایک اچھی علامت ہے۔

ٹُول کِٹ

عام طور سے ٹول کٹ سے مراد وہ بکس ہوتا ہے جس میں مشینوں کو ٹھیک کرنے کے لیے اوزار رکھے جاتے ہیں، لیکن گذشتہ پانچ ماہ سے یہ لفظ اب دوسرے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے، جس کی وجہ سے اس پر قانونی سوالات کھڑے کیے جاتے رہے ہیں، ہندوستان میں سب سے پہلے یہ لفظ کسان آندولن میں سنا گیا، جب ماحولیات پر کام کرنے والی ایک خاتون گریٹا تھن برگ نے کسان اندولن کی حمایت میں لکھا، پھر سماجی خدمت گار بنگلور میں دِشا روی کی گرفتاری ہوئی، تب پتہ چلا کہ سوشل میڈیا پر ٹول کٹ کا مطلب اپنے مخالفین پر تنقید کرنا اور ان کی خامیوں کو طشت از بام کرنا ہے، بھاجپا کے ترجمان سنبت پاترا نے کانگریس پر مودی سرکار کو بدنام کرنے کے لئے ٹول کٹ استعمال کرنے کا الزام لگا کر اسے سیاسی داؤ پیچ کا مرکز بنا دیا ہے، اس طرح اب یہ مختلف قسم کی مارکٹنگ کا کامیاب ذریعہ سمجھا جارہا ہے، اس کا استعمال بنیادی دستاویز کی فراہمی تحریک کی فلائنگ استعمال کرنے کے لیے پوسٹر کے نمونے ارسال کرنے نیز ہیش ٹیگ کے ساتھ سوشل میڈیا میں تحریک کے اثرات کا تجزیہ کرنے کے لئے ہورہا ہے، ٹول کٹ میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ لوگ اس موضوع پر کیا لکھ سکتے ہیں، کون سے ہیش ٹیگ کا استعمال کرسکتے ہیں، ہیش ٹیگ میں کن لوگوں کو جوڑنے سے کیا فائدہ ہوگا، اور لوگوں کو کس وقت جوڑنا چاہیے یہ ٹول کٹ کے اجزاء ترکیبی ہیں، کسی موضوع پر جب مخالفین کو چبھن ہونے لگتی ہے تو وہ اس ٹول کٹ کو ”شول کٹ“ اور جب عوام کو بے وقوف بنایا جارہا ہے تو اسے ”فل کٹ“ بھی کہا جاتا ہے۔

ٹول کٹ کا فائدہ لوگ دستور کی دفعہ ۱۹ار کے تحت لکھنے، پڑھنے اور بولنے کی جو آزادی دی گئی ہے اس سے اٹھاتے ہیں، جس کے دائرہ میں سیاست داں اور ذرائع ابلاغ بھی آتے ہیں، اس آزادی پر ماضی میں سوالات اٹھتے رہے ہیں کہ اس کے حدود وقیود کیا ہیں؟ ۲۰۱۵ء میں آئی ٹی کی دفعہ ۶۶؍اے کو بے اثر کر دیا گیا اور افراد کی آزادی پر سپریم کورٹ نے بھی اپنی مہر ثبت کردی، جس کے بعد ٹول کٹ کا استعمال آزادئ رائے کے نام پر کثرت سے ہونے لگا؛ کیوں کہ یہ کام غیر قانونی باقی نہیں رہا، اب صرف ایک راستہ بچا ہے کہ ٹول کٹ پر جو مواد ہے، اس کی جانچ کرلی جائے کہ وہ صحیح ہے یا غلط، اس کے لیے ہمارے یہاں ایک ایجنسی ”آلٹ نیوز“ ہے، اسی طرح انقلاب میں ایک کالم ”فیک نیوز“ اور حقیقت کے عنوان سے آتا ہے، جو اس طرح کے مواد کی جانچ کرکے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتا ہے، وہ اپنی تحقیق کے نتیجے میں بتاتا ہے کہ ٹول کٹ میں جو مضامین ڈالے گئے ہیں وہ تحریف شدہ ہیں یا جعلی ہیں۔

اس کے علاوہ ایک طریقہ اور ان دنوں رائج ہے وہ یہ کہ سوشل میڈیا والوں سے ہی یہ درخواست کی جائے کہ یہ مواد متنازعہ ہے، اس لئے اسے ہٹا دیا جائے، ٹول کٹ پر پیش کی جانے والی چیزیں عموماً حکومت وقت اور حکمرانوں کے خلاف ہوتی ہیں، اس لیے عام طور پر ایسی درخواستیں حکومت کے آئی ٹی سیل یا پھر حکمراں جماعت کے کسی کارکن کے ذریعہ مفاد عامہ کی عرضی کے طور پر داخل کی جاتی ہے اور عموماً ذرائع ابلاغ والے اسے حذف کر دیتے ہیں، دوسری طرف حکمراں جماعت کے لوگ اس ٹول کٹ کا استعمال اپنے مخالفین کو زیر کرنے کے لیے کرتے ہیں اور یقیناً کئی معاملات میں بیانات میں جو حقائق پیش کئے جاتے ہیں وہ غلط ہوتے ہیں۔

ماضی میں اس کی ضرورت کم پڑتی رہی ہے، ۲۰۱۲ء سے ۲۰۱۴ء تک اکا دکا درخواستیں ہی ٹوئٹر کے دفتر تک پہونچتی تھیں، دھیرے دھیرے یہ تعداد بڑھنے لگی، چنانچہ ۲۰۱۶ء کی دوسری ششماہی میں دفتر کے پاس ایک سو اکاون (۱۵۱) درخواستیں حذف کرنے کے سلسلے میں آئیں، جنوری سے جون ۲۰۱۸ء میں یہ تعداد دوگنی ہوکر تین سو چھ (۳۰۶) تک پہونچ گئی، جولائی سے دسمبر ۲۰۱۹ء کے درمیان ایسی درخواستوں کی تعداد چھ سو باسٹھ (۶۶۲) ہوگئی، جنوری تا جون ۲۰۲۰ء میں ٹویٹر کے پاس مواد ہٹانے کے لیے تیئیس سو سڑسٹھ (۲۳۶۷) درخواستیں آئیں، جن میں ٹوئٹ کرنے والے کی شناخت ظاہر کرنے یا مواد ہٹانے کے لیے کہا گیا تھا۔

اس کا مطلب ہے کہ اظہار رائے کی آزادی کے لیے آج جو ٹول کٹ استعمال کیا جارہا ہے، اسکے بھی حدود وقیود مقرر ہونے چاہیے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حکومت پر کی جانے والی تنقید کو ملک سے غداری کے مترادف قرار دیا جائے اور جس طرح چین یا ہندوستان میں ایمرجنسی کے زمانہ میں آزادانہ خبروں کی ترسیل پر قدغن لگایا جاتا ہے، اسی طرح خبروں کو نشر کیا جائے، ظاہر ہے ایک آزاد اور جمہوری ملک میں یہ رویہ انتہائی غیر پسندیدہ ہے۔

اس معاملہ میں امریکہ کا طریقہ کار بہتر ہے، وہاں کی سکریٹ سروس عوام کی جانب سے پیش کردہ تمام اندیشے، خطرات، اثرات کا جائزہ لیتی رہتی ہے اور صدر کو متنبہ کرتی ہے کہ عوامی رجحان یہ ہے، صدر، عوام کی توقعات کے مطابق اپنے مشیر اور ایوان کی آرا کی روشنی میں کام کو آگے بڑھاتے ہیں، اس لیے وہاں کسی ایسے مواد کو ہٹانے کی کوئی درخواست سوشل میڈیا پر نہیں کی جاتی ہے، ہندوستان میں بھی حکمرانوں کو سننے کا مزاج بنانا چاہیے اور عوامی شکایات کو دور کرنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے، تب اعتراض اور جوابی اعتراض کا سلسلہ ختم ہوگا اور ٹول کٹ کا مثبت استعمال ہو سکے گا۔

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

غلط باتیں پھیلانے سے بچیئے

یقیناً جولوگ چاہتے ہیں کہ مومنین کے درمیان بے حیائی کا چرچا رہے،ان کے لیے سزائے دردناک ہے،دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی،اور اللہ علم رکھتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے ہو۔

وضاحت:اس آیت کا شان نزول ایک خاص واقعہ ہے،مگر حکم عام ہے،اور بقول حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ "قرآن مجید نے اس ایک آیت کے ذریعہ امت کو مستقل دستورالعمل قیامت تک کے لیے پاکیزہ معاشرت کا دے دیا،اور اسلامی معاشرہ کے اندر گندے،شہوانی تذکروں اور چرچوں کی جڑ ہی کاٹ دی" آگے لکھتے ہیں "آیت کے عموم میں وہ تمام افعال وحرکات داخل ہیں،جو امت کے معاشرہ میں براہ راست یا بالواسطہ کسی طرح بھی بے حیائی،شہوانیت،بدچلنی کے زندہ رہنے کا سبب بنتے ہیں،خواہ ان کا نام "آرٹ" کی سرپرستی یا "کلچر" ہی کیوں نہ رکھ دیا جائے۔"(تفسیر ماجدی) چنانچہ اپنی حقیقت کے ساتھ یہ آیت آج بھی ہمیں پوری قوت سے مخاطب کررہی ہے کہ مسلم معاشرہ میں برائی،گندگی،معاملہ کی خرابی،بے حیائی،جھوٹ،بہتان،الزام تراشی اور ہر وہ خرابی جو کسی معاشرہ کے فساد و بگاڑ کا ذریعہ بنے،اس سے بچنا چاہیے،اور جولوگ اس کام کو انجام دے رہے ہیں یا اس طرح بگاڑ و فساد کو چاہتے ہیں،چاہے تقریر کے ذریعہ ہو یا تحریر کے،دکانوں میں بیٹھ کر آپس کی گفتگو کے ذریعہ ہو یا لوگوں میں چرچا کرکے،اخبار بازی کے ذریعہ ہو یا پمفلیٹ تقسیم کرکے،ٹی وی،وہاٹس ایپ،فیس بک وغیرہ دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ہو یا اعلانات کے،عریاں تصویروں کو شائع کرکے ہو یا اشتہارات کے لٹریچر و کتابچہ کے ذریعہ ہو یا ناول وافسانہ اور قصے وکہانیوں کے،ان سب کا حکم ایک ہی ہے،ایسے لوگوں کو دنیا وآخرت میں اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے،آج کے اخبارات میں جو عریاں ونیم برہنہ تصویریں اشتہاروں کے ذریعہ آتی رہتی ہیں،اس کے شائع کرنے والے بھی اس وعید میں شامل ہیں،اور معاشرہ کو گندہ کرنے میں ان کا بھی اہم کردار ہے،خصوصاً اردو اخبارات کو اس سے بچنا چاہیے کہ وہ عریاں،نیم برہنہ اور عورتوں کی تصویریں اور ہر وہ اشتہار جو مسلم معاشرہ کی تباہ کاری کا سبب بنتا ہو،شائع نہ کریں؛ بلکہ صحافت ومیڈیا کو اپنا وقار ومتانت برقرار رکھنے کے لیے چند پیسوں کی خاطر اس طرح کے اشتہار کو جگہ نہیں دینی چاہیے کہ جس کی وجہ سے آج ذرائع ابلاغ یا کوئی اخبار اس لائق نہیں رہ سکا کہ کسی بھی خاندان کے ہر فرد کے لیے وہ یکساں طور پر قابل مطالعہ یا قابل دید ہو،اسی طرح ہر ایسی چیز وہر ایسی خبر جو معاشرہ میں انتشار کا باعث بنے،دوسروں کو ایذا پہنچانے کا ذریعہ بنے،اسے بھی منظر عام پر لانے اور شائع کرنے سے گریز کرنا چاہیے،ورنہ وہ بھی اس وعید میں شامل ہوں گے،آخر کوئی بات تو ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سنی سنائی باتیں نقل کرنے والے کو جھوٹا قرار دیا،فرمایا "کفیٰ بالمرء کذباًأن یحدث بکل ماسمع" امام قرطبیؒ نے اس آیت کے ضمن میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ کی ایک حدیث نقل کی ہے جس سے آیت کے مصداق میں کون کون لوگ شامل ہیں ان پر روشنی پڑتی ہے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس کسی شخص نے کسی شخص کو کسی ایسے معاملہ میں پھنسایا جس کا علم بھی اس کو نہیں تو ایسا شخص برابر اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے،یہاں تک کہ وہ اس سے دستبردار ہو جائے،جس کسی نے اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو قائم کرنے سے باز رہنے کی سفارش کی تو اس نے اللہ سے دشمنی اختیار کی اور اس نے اللہ کی ناراضگی مول لی اور اس پر قیامت تک مسلسل اللہ کی لعنت رہے گی،اور جس شخص نے کسی مسلمان کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی جس سے وہ بری ہے،محض اس لیے کہ لوگوں میں اس کی حیثیت خراب ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اٹھا کر پھینک دے گا،اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ان باتوں کی تائید میں قرآن کریم کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔اس لیے کسی کی مخالفت ودشمنی میں انسان کو حد سے تجاوز کرکے لوگوں کے درمیان اس کی شبیہ خراب کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے،اس سلسلہ میں اللہ کے وعید وعذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے،ورنہ اس گناہ کا عذاب دنیا وآخرت دونوں میں بھگتنا پڑے گا،اور یہ کہنا کہ وہ شخص ایسا ہے اور ویسا ہے اس لیے ہم کہہ رہے ہیں،اللہ نے خود فرمادیا کہ وہ خوب جانتا ہے کون کیسا ہے اور کیا کررہا ہے،تم نہیں جانتے،اس کو وہ ویسا ہی بدلہ دے گا۔

قیامت کے دن چند نعمتوں کے بارے میں سوالات ہوں گے

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:قیامت کے دن کسی کے بھی قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہل سکیں گے جب تک کہ ان سوالات کا جواب نہ دے دے،۱رعمر کہاں خرچ کی،۲راپنے علم کے مطابق کتنا عمل کیا،۳رمال کہاں سے کمایا اور کہاں لگایا؟ ۴راور جسم کہاں کھپایا؟۔(ترمذی شریف)

مطلب: حدیث پاک میں جن سوالات کا تذکرہ کیا گیا ہے،ضروری نہیں کہ یہ سوال بہت طویل عمر والوں،بہت بڑے اہل علم،بہت بڑے مال ودولت اور بڑے زورآور اور قوی ہیکل لوگوں ہی سے ہو؛ بلکہ حق تعالیٰ سبحانہ کی یہ نعمتیں جس کو جتنی بھی ملی ہیں ان سے اس کے متعلق باز پرس اور سوال ہوگا،کیوں کہ جوانی اللہ کی ایک نعمت ہے،علم اس کی ایک صفت ہے،مال اور جسم اللہ کی امانت ہے،اور وہ قیامت کے دن اپنی نعمتوں اور امانتوں کے بارے میں سوال کرے گا،مثلاً علم کے بارے میں پوچھے گا کہ کس مقصد کے لیے حاصل کیا،اگر معرفت الٰہی اور رضائے خداوندی مقصد اصلی تھا تو اس پر کتنا عمل کیا اور تجمل اور زینت کے لیے حاصل کیا تھا جس طرح لوگ کپڑوں سے زینت حاصل کرتے ہیں،بزم گدوں سے تجمل حاصل کرتے ہیں اسی طرح اپنے علم سے بھی اپنی زینت اور نمائش مقصد علم تھا،ہم بھی عالم اور مفتی کہلائیں گے تو ایسے عالم کو حسرت ویاس کے ساتھ جہنم میں ڈال دیا جائے گا،کیوں کہ یہ علم حقیقی علم نہیں تھا،بلکہ رسمی اور لفظی علم تھا؛ اسی واسطے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہل کو صرف ایک دفعہ بددعا دی اور عالم سوء کو سات دفعہ،فرمایا:"ویل للجاهل مرة وويل للعالم سبع مرات" مجھے اس موقع پر متنبیؒ کا ایک شعر یاد آیا۔

وان كنت لاتدرى فتلک مصية ☆☆☆وان كنت تدرى فالمصية أعظم

اگر تم جانتے نہیں ہو جاہل ہو تو یہ ایک مصیبت ہے اور اگر جانتے ہو اور پھر عمل نہیں کرتے تو یہ ڈبل اور دوہری مصیبت ہے،اس لیے اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ علم کو اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضامندی کے لیے حاصل کریں،اور جس قدر بھی علم کا حصہ ملے اس کے مطابق عمل کریں،آج کا المیہ یہ ہے کہ وعظ وتقریر اور پند ونصیحت کرنے والے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا،مگر ان کے اندر خود احتسابی اور خود اعتمادی کا فقدان ہے،عملی زندگی میں وہ بہت پیچھے ہیں،جولوگ عملی زندگی سے ہٹ کر صرف زبانی جمع خرچ،بحث ومباحثہ کرتے ہیں،ایسے شخص کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی قوم اپنی سابقہ راہ ہدایت سے بھٹک جاتی ہے اس میں باہمی نزاع اور جھگڑا پیدا ہوتا ہے،اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دین کا صحیح علم عطا فرمائے،کتاب وسنت کے مطابق زندگی گذارنے اور علم کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق دے،۔آمین

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

لاک ڈاؤن میں ملازمین کی تنخواہ کا شرعی حکم:

س:لاک ڈاؤن کی وجہ سے کاروباری مراکز،دفاتر اور تعلیمی ادارے بند ہوگئے،جس کی وجہ سے ملازمین حاضری اور اپنی خدمات فراہم کرنے سے قاصر ہیں،سوال یہ ہے کہ ملازمین اجرت یا تنخواہ کے حقدار ہیں یا نہیں؟

ج:صورت مسؤلہ میں مذکورہ اداروں کے ملازمین کی حیثیت چونکہ اجیر خاص کی ہے اور اجیر خاص کی طرف سے عمل میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو وہ اجرت (تنخواہ) کا مستحق ہو جاتا ہے،لہٰذا جن اداروں اور کارخانوں کے ملازمین لاک ڈاؤن کی وجہ سے اپنی خدمات باقاعدہ انجام نہیں دے سکے وہ اپنی طے شدہ تنخواہ کے حقدار یقیناً ہوں گے،"الاجير الخاص هو من يعمل لمعين عملاً موقتاًويكون عقده لمدةويستحقا لاجير بتسليم نفسه في المدة لان منافعه صارت مستحقة لمن استاجره في مدةالعقد"(الموسوعةالفقهية الكويتية ج: ۱/ص ۲۸۸).

لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ مذکورہ رکاوٹ جو ملکی حالات اور سرکاری احکامات کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اس میں خود مالکان وذمہ داران کے لیے آمدنی کا مسئلہ بڑا اہم اور پریشان کن ہے،ان حالات میں مالکان وذمہ داران رقم نہ ہونے کی وجہ سے ملازمین کو ملازمت ختم ہونے کی اطلاع دے کر اگلے دنوں کی تنخواہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوسکتے ہیں،"قال في الدر تفسخ بالقضاء أو الرضا......وبعذر افلاس مستاجرد كان ليتجر"(الدر مع الرد.ج: ۹/ص: ۱۱۳) اس لیے بہتر یہ ہے کہ دونوں فریق باہمی مصالحت سے دوطرفہ رعایت پر مبنی صورت طے کرلیں؛ جس میں مزدور وملازم کا چولہا بھی جلتا رہے اور مالکان وذمہ داران پر بوجھ بھی نہ پڑے۔

"عن جابر بن عبدالله رضى الله عنهما قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "رحم الله عبداً سمحاًإذاباع ،سمحاًاذا شرىٰ ،سمحاًإذااقتضىٰ ،سمحاًاذاقضىٰ "(صحيح ابن حبان ص: ۲۷۶/ج: ۱) واللہ اعلم

لاک ڈاؤن میں دکان ومکان کا کرایہ لینا:۔

س: کیا لاک ڈاؤن کے دوران دکان ومکان کا کرایہ لینا درست ہے،جبکہ دکانیں بند ہوتی ہیں اور آمدنی حاصل ہوتی نہیں ہے،سرکار نے بھی اعلان کردیا کہ کرایہ نہیں لینا ہے۔

ج:صورت مسؤلہ میں جبکہ کرایہ دار نے لاک ڈاؤن کے دوران کرایہ کا معاملہ ختم کرکے دکان ومکان مالک کے حوالہ نہیں کیا بلکہ اپنے ہی قبضہ اور تحویل میں رکھا تو ایسی صورت میں اس دکان ومکان کا کرایہ شرعی اصول وضابطہ کے مطابق کرایہ دار پر لازم ہوگا،سرکار کے اعلان سے کرایہ معاف نہیں ہوگا،کیونکہ کرایہ کا معاملہ مالک مکان سے ہے،سرکار سے نہیں،البتہ مالک مکان حالات کے پیش نظر خود کرایہ کم کردے یا معاف کردے تو وہ ایسا کرسکتا ہے،یہ اس کی جانب سے تبرع واحسان ہوگا،جس کا بدلہ اللہ کے یہاں اس کو ملے گا،ان شاءاللہ۔

"وإذاقبض المستاجر الدار فعليه الاجرة وإن لم يسكن "(ردالمحتارج: ۶/ص: ۱۱)

ماسک لگا کر نماز پڑھنا:

س: حکومت کی سخت ہدایت ہے کہ لوگ ماسک کا استعمال کریں اور ایک دوسرے سے دوگز کی دوری بنائے رکھیں،سوال یہ ہے کہ کیا ماسک لگا کر اور ایک دوسرے سے فاصلہ بنا کر نماز پڑھنا درست ہے؟

ج:عام حالات میں بلاعذر منہ اور ناک ڈھانک کر نماز پڑھنا اور صفوں میں دو آدمیوں کے درمیان جگہ خالی رکھنا مکروہ ہے،لیکن کورونا جیسی مہلک اور خطرناک وبا میں وائرس سے بچاؤ کے لیے ماسک لگانا اور ایک دوسرے سے جسمانی فاصلہ بنائے رکھنا طبی ضرورت ہے،لہٰذا مذکورہ ضرورت کے پیش نظر بطور احتیاط نماز میں ماسک لگانے اور ایک دوسرے سے مناسب فاصلہ رکھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے،نماز بلاکراہت درست ہوگی،فقط۔

ہاتھوں میں سینیٹائزر لگا کر نماز پڑھنا:۔

س: کورونا کے اس دور میں ہینڈ سینیٹائزر کا استعمال کیا جاتا ہے،جس میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے؛ سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کا سینیٹائزر لگا کر نماز درست ہے؟

ج:الکحل دوطرح کی ہوتی ہے،(۱)انگور،منقی اور کھجور سے بنی الکحل (۲) دیگر پھلوں،اناج،پیٹرول یا کیمیکل سے بنی الکحل،جو الکحل انگور اور کھجور کی شراب سے حاصل کی جائے وہ نہ صرف حرام ہے بلکہ ناپاک بھی ہے،کیونکہ اس قسم کی الکحل شراب کا جزء ہوتی ہے،اور شراب کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہے:"رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ"(المائدۃ:۹۰) البتہ الکحل کی دوسری قسم جو انگور اور کھجور کے علاوہ کسی دوسری چیز سے حاصل کی گئی ہو وہ چونکہ ناپاک نہیں ہوتی اور ہینڈ سینیٹائزر میں عموماً اسی قسم کی الکحل استعمال ہوتی ہے،اس لیے اس کے استعمال سے ہاتھ،کپڑے وغیرہ ناپاک نہیں ہوں گے،اس کو دھوئے بغیر بھی نماز درست ہوگی۔

" و بهٰذا يتبين حكم الكحول المسكرة التى عمت بهاالبلوىٰ اليوم ،فإنها تستعمل فى كثير من الادوية والعطور والمركبات الاخرىٰ فإنها ان اتخذت من غيرهمافالأمر فيهاسهل على مذهب أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ ،ولا يحرم استعمالهاللتداوى أو لاغراض مباحة أخرىٰ مالم تبلغ حدالاسكارلأنها انماتستعمل مركبة مع المواد الأخرىٰ ،ولا يحكم بنجاستهاأخذا بقول أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ "وان معظم الكحول التى تستعمل اليوم فى الادوية والعطور وغيرهالا تتخذ من العنبة أو التمر انما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره كما ذكرنا فى باب بيوع الخمر من كتاب البيوع "(تكملة فتح الملهم كتاب الاشربة حكم الكحول المسكرة،ج: ۳/ص: ۶۰۸) فقط واللہ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 23 مورخہ ۲۵رشوال المکرم ۱۴۴۲ھ مطابق ۷رجون ۲۰۲۱ء روز سوموار

شہریت ترمیمی قانون کے نفاذ کی کوشش

''سی اے اے'' کا جن تھیلے سے باہر آ گیا ہے، ۲۸رمئی کو وزارت داخلہ نے ایک گزٹ نوٹیفکیشن کے ذریعہ گجرات راجستھان، چھتیس گڈھ، ہریانہ اور پنجاب کے تیرہ اضلاع میں مقیم غیر مسلم پناہ گزینوں سے شہریت حاصل کرنے کے لئے درخواستیں طلب کی ہیں، سمجھا جارہا ہے کہ مودی حکومت نے افغانستان، بنگلہ دیش اور پاکستان سے آکر ہندوستان میں غیر قانونی طور پر رہ رہے غیر مسلموں کو شہریت دینے کے لیے یہ قدم اٹھایا ہے؛ چوں کہ ان ممالک سے آئے پناہ گزینوں کو شہریت دینے کے لیے ابھی ضوابط تیار نہیں ہوئے ہیں، اس لیے یہ نوٹیفکیشن شہریت قانون ۱۹۵۵ء اور ۲۰۰۹ء کے تحت جاری کیا ہے، اس کے مطابق یہ اطلاع دی گئی ہے کہ ہندوستانی شہری کی حیثیت سے ان آرسی میں اندراج کے لیے پناہ گزینوں کو آن لائن درخواست دینی ہوگی، ان درخواستوں کی جانچ ضلع کلکٹر کے ذریعہ کی جائے گی، ہریانہ، پنجاب میں جانچ کا اختیار ضرورت پڑنے پر ہوم سکریٹری کو بھی ہوگا۔

۲۰۱۹ء میں شہریت ترمیمی قانون پاس ہوا تھا، اس کے بعد پورے ملک میں احتجاج مظاہرے اور دھرنے ہوئے تھے، دہلی میں شاہین باغ نے اس قانون کے خلاف طویل مظاہرے کا رکارڈ بنایا تھا، مظاہرین کسی طرح ہٹنے کو تیار نہیں تھے، انہیں کورونا کا سہارا لے کر جبرا اٹھایا گیا، حکومت بھی اس موضوع پر خاموش رہی، لیکن اچانک کورونا کے دوسرے دور میں جب ملک کی کئی ریاستیں کورونا کی شدت جھیل رہی ہیں، اور مرنے والوں کی تعداد کم نہیں ہو رہی ہے، شہریت دینے کے لئے مرکزی حکومت نے گزٹ نوٹیفکیشن کردیا ہے، یہ انتہائی افسوسناک ہے۔ ۲۰۱۹ء کے قانون کے نفاذ کے طریقوں پر کوئی ضابطہ نہیں بنا اور نوٹیفکیشن ۱۹۵۵ء کے قانون کے تحت کیا گیا تو اس قانون کی دفعہ ۱۵ر اور ۶ر کے تحت صرف غیر مسلموں کو شہریت دینے کے لیے درخواست طلب کرنا ایک غیر قانونی عمل ہے اور مذہبی بنیادوں پر امتیاز کرنے کا غیر مناسب رویہ بھی۔ ہندوستان اب تک جمہوری ملک ہے اور جمہوریت میں اس قسم کی تفریق قانونی طور پر درست نہیں ہے۔ کورونا کی خطرناکی کا احساس نہیں ہوتا تو پہلے کی طرح اب تک کئی شاہین باغ قائم ہو جاتے، لوگ احتجاج کے لئے سڑکوں پر نکل آتے، لیکن حکومت نے اس کے نفاذ کے لئے اپنے اعتبار سے ایسے وقت کا انتخاب کیا ہے کہ لوگوں کی آواز حلق سے باہر نہ آئے، وزیر اعظم نے ایک بار کہا تھا کہ ''چنوتیوں'' کو ''اَوسر'' میں بدلنا ہے، کورونا سے جو چنوتی شہریوں پر آئی اس کو وزارت داخلہ نے ''اَوسر'' موقع سے فائدہ اٹھانے میں بدل دیا ہے، صرف مسلمان اس موقع کا فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے؛ کیوں کہ نوٹیفکیشن میں آن لائن درخواست دینے کا موقع ہی انہیں نہیں دیا گیا ہے۔

آس پر ''یاس'' کا حملہ

انسان آس اور امید کے سہارے زندگی گذارتا ہے، یہ آس دم توڑ دے تو زندگی ختم ہو جاتی ہے اور کبھی بے کیف ہو جاتی ہے، مشہور مقولہ ہے کہ جب تک سانس تب تک آس۔ اس بار مئی کے آخری ہفتہ میں ''یاس'' طوفان نے ''آس'' پر ایسا حملہ کیا کہ انسان اپنے کو بے بس اور بے کس محسوس کرنے لگا، ایک سو دس سے ایک سو پچاس کلومیٹر کی رفتار سے چلنے والے طوفانی ہواؤں نے مکان، دوکان، کاروبار کھیتیاں اور سارے وسائل زندگی کو بری طرح متاثر کیا، اڈیشہ اور بنگال میں تباہی مچانے اور اربوں کی جائیداد کو تباہ کرنے کے بعد اس نے بہار کا رخ کیا، لیکن بہار میں جو قوت مدافعت ہے، اس نے اس طوفان کے زور کو کمزور کر دیا، اس لیے موسمی پیشن گوئی کے باوجود بہار اور اس کے آگے ''یاس'' نے کوئی بڑا نقصان نہیں کیا تھوڑی آندھی بارش، ہلکے پھلکے نقصانات یہاں بھی ہوئے؛ اس کا ایک بڑا فائدہ بہار میں یہ ہوا کہ ندی، نالے، تالاب بھر گئے اور اگر مانسون اس بار تھوڑی دیر میں بھی آتا ہے تو کسانوں کو پانی کی قلت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، جن ریاستوں میں تباہی آئی، وہاں بھی جانی نقصان کم ہوا؛ کیونکہ پہلے ہی وہاں سے لوگوں کو محفوظ مقام پر پہونچا دیا گیا تھا، اتنے بڑے طوفان میں چند جانوں کا ضیاع بھی افسوسناک ہے؛ لیکن قابل ذکر نہیں، ملک نے بہت سارے طوفان میں اس سے بڑی بربادی دیکھی ہے، اڈیشہ میں اس سے پہلے جو سونامی آئی تھی، اس کی نظیر نہیں ملتی، بنگال کی کھاڑی میں جب طوفان آیا، بڑی آبادی اس کی زد میں آئی۔ کہنے کا مطلب ہے کہ سائنسی ترقیات کی وجہ سے آج یہ ممکن ہو گیا ہے کہ آنے والے خطرات کا اندازہ پہلے سے لگا لیا جائے، قدرتی آفات کو ہم روک تو نہیں سکتے؛ لیکن اس سے بچنے کی تدبیریں تو کر ہی سکتے ہیں، تدبیروں کے معاملہ میں اڈیشہ کے وزیر اعلیٰ نوین پٹنا یک اور مغربی بنگال کی وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی کی تعریف کرنی ہوگی کہ انہوں نے ایسے انتظامات کیے کہ جانی نقصان کم سے کم ہو سکا، بچاؤ کی تدبیر کے سلسلے میں ہمارے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے بھی تمام محکموں کو ہدایات جاری کر دی تھیں، سب الرٹ اور ہوشیار تھے، اللہ کا شکر ہے کہ بہار کو اڈیشہ و بنگال کی طرح پریشان کن حالات کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور کہنا چاہیے کہ ''رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت''

تمباکونوشی

پوری دنیا میں تمباکونوشی کا مزاج بڑھتا جارہا ہے، ہندوستان میں کم عمر کے لڑکوں کے ہاتھ تمباکو بیچنے پر پابندی ہے، تمباکو اور سگریٹ کے ڈبوں پر یہ لکھنا لازم ہے کہ تمباکونوشی صحت کے لیے مضر ہے، اس کے باوجود ہندوستان تمباکونوشی میں دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے، یہاں ایک سروے کے مطابق ۵۸۔۱۱ر کروڑ مرد وخواتین تمباکونوشی کے عادی ہیں، اس عمل میں صرف چین ہم سے آگے ہے، جہاں ۸۱۔۳۱ر کروڑ لوگ اس سے شغف رکھتے ہیں، اس کے بعد علی الترتیب انڈونیشیا (۸۔۶ ر کروڑ) روس (۵۹۔۲) کروڑ، بنگلہ دیش (۵۔۲) کروڑ افراد تمباکونوشی کی وجہ سے علی الترتیب تیسرے، چوتھے اور پانچویں نمبر پر ہے۔ عورتوں میں تمباکونوشی کی لت کے اعتبار سے ہندوستان تیسرے نمبر پر ہے، جب کہ چین میں ۳۲۔۲ر کروڑ امریکہ میں ۰۱۔۲ر کروڑ، ہندوستان میں ۴۹۔۱ر کروڑ، روس میں ۹۰ر لاکھ، فرانس میں ۷۶ر لاکھ عورتیں تمباکونوشی کرتی ہیں، دو سو چار ملکوں میں کیے گئے سروے کے مطابق اس وقت تمباکونوش کرنے والے افراد پوری دنیا میں ایک سو دس کروڑ سے زائد ہیں، بارہ ملکوں میں عورتوں میں یہ عادت بڑھی ہے، عالمی ادارہ صحت (ڈبلو ایچ او) کی مانیں تو یہ تعداد ایک سو تیس کروڑ ہے۔

عمر کے اعتبار سے دیکھیں تو نواسی (۸۹) فی صد اس عادت میں نوجوان گرفتار ہیں، جن کی عمر پچیس (۲۵) سال یا اس سے کم ہے، ریشما، جوانسٹی چیوٹ فار ہیلتھ میٹرکس اینڈ ایویلیشن کی اہم تجزیاتی قلم کار ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ۲۰۱۹ء میں اسی لاکھ لوگ تمباکونوشی کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، ستر ہ لاکھ لوگوں کی موت عارضہ قلب، سولہ لاکھ موتیں پھیپھڑوں کے کینسر اور تیرہ لاکھ موتیں ہارٹ اٹیک سے ہوئیں۔

یہ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ تمباکونوشی سے ہلاکتوں کی تعداد کورونا سے کم نہیں ہے، نئی نسل اسے فیشن کے طور پر اپناتی ہے اور دھیرے دھیرے موت کے منہ تک پہونچ جاتی ہے، اس عادت سے نئی نسل کو بچانے کے لیے سماجی بیداری اور حکومت کی جانب سے قانونی پابندی دونوں کی ضرورت ہے، تجربہ یہ ہے کہ قانونی پابندیاں بغیر سماجی بیداری کے کارگر نہیں ہوتیں، اس لیے حکومت کو اسے بھی اپنی مہم کا حصہ بنانا چاہیے۔

لاپتہ ویکسین

کورونا کے پھیلاؤ کو روکنے اور جسم کے مدافعتی نظام کو مضبوط کرنے کے لیے ہندوستان نے دو قسم کے ویکسین کو متعارف کرایا اور اس کو انسانوں پر استعمال کی منظوری دی گئی، منصوبہ اس سال کے اخیر تک تمام لوگوں کو ویکسن لگانے کا بنایا گیا، پہلے پینتالیس سے پینسٹھ اور پینسٹھ سال کے اوپر کے لوگوں کو ٹیکہ لگانے کا کام شروع ہوا، پھر اٹھارہ سال سے اوپر کے جوانوں کو بھی ٹیکہ لگانے کا اعلان کیا گیا، بعض ریاستوں میں یہ مہم شروع بھی ہوئی، لیکن ویکسین کی کمی کی وجہ سے جلد ہی یہ سلسلہ روک دیا گیا، اور اب حالت یہ ہے کہ جو لوگ پہلی خوراک ٹیکے کی لے چکے ہیں، ان کو دوسری خوراک کا انتظار ہے، ٹیکہ کاری مرکز پر جائیے تو وہ عدم دستیابی کی بات کہہ کر واپس کر دیتے ہیں، اگر یہ حالت دیر تک باقی رہی تو کورونا کی تیسری لہر کو یہاں آنے سے کون روک سکتا ہے، یہ تیسری لہر بچوں پر زیادہ اثر انداز ہونے کی بات کہی جارہی ہے تو ان کو مرض سے بچانے کے لیے حکومت کیا تدبیر کر رہی ہے، نہیں معلوم۔

ویکسین سپلائی کرنے والی کمپنیوں کا دعویٰ ہے کہ اس نے دس کروڑ دوائیاں تیار کی ہیں، پورے ہندوستان میں ابھی صرف سوا دو کروڑ لوگوں کو ٹیکہ لگایا جا سکا ہے، ایسے میں فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ویکسین کے ڈوز اتنی بڑی تعداد میں کہاں لاپتہ ہو گئے، حکومت کہتی ہے ویکسین کی کمی ہے، مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہے تو کس نے اس کو غائب کیا؟ کیا اس کی ذخیرہ اندوزی کرکے کالا بازاری کی جارہی ہے، پرائیوٹ اسپتال اور نجی کمپنیوں کو اونچے داموں پر فروخت کرنے کے لئے اسے غائب تو نہیں کر دیا گیا، اگر ایسا ہے تو یہ معاملہ انتہائی خطرناک ہے اور مالداروں پر حکومت کی کمزور گرفت کا پتہ دیتی ہے، راجستھان میں بعض جگہوں پر ویکسن کچرے میں پھینکی ہوئی ملی، جو یا تو بداحتیاطی سے رکھنے کی وجہ سے خراب ہو گئی تھیں یا انہیں ریاستی حکومت کو بدنام کرنے کے لئے کچرے میں ڈال کر میڈیا والوں کو خبر کر دی گئی تھی، وجہ جو بھی ہو معاملہ افسوسناک ہے۔

بہار میں ۱۵ر لاکھ لوگوں کو ویکسین لگائی جا چکی ہے، جب کہ اٹھارہ سال سے پینتالیس سال کی عمر کے صرف (۴۳۰۰۰) تینتالیس ہزار لوگوں کو ہی ٹیکہ لگ سکا ہے، یہاں بھی ویکسین کی قلت ہے، جس کی وجہ سے ٹیکہ کرن کی رفتار کو تیز کرنا ممکن نہیں ہے۔

وزیر اعظم کی تصویر پر مچا بوال

برسر اقتدار لوگوں کی سوچ یہ بن گئی ہے کہ ہر جگہ ہم موجود نہیں رہ سکتے تو کم از کم ہر جگہ میری تصویر آویزاں ہو، جہاں یہ ممکن نہ ہو وہاں کم از کم ہمارا دستخط اور نام ہی دکھائی دے، اس وقت ہمارے وزیر اعظم کا یہی خیال ہے، سرکاری بس اسٹینڈ، ریلوے اسٹیشن اور ہوائی اڈوں پر مختلف عنوانات سے ان کی تصویریں چسپاں ہیں، اپنے کو عوام کے ذہن ودماغ پر مسلط رکھنے کا یہ بھی ایک بڑا ذریعہ ہے، اس بار وزیر اعظم کی تصویر کورونا ٹیکہ کے سرٹیفکٹ پر لگائی گئی ہے، عوام ہی نہیں سیاسی قائدین کو بھی اس سے اختلاف ہے۔

اس سلسلے میں سب سے تیز آواز سابق وزیر اعلیٰ بہار اور بہار میں حکومت کی حلیف جماعت ''ہم'' کے قومی صدر جیتن رام مانجھی نے اٹھائی ہے، انہوں نے کہا کہ کورونا ٹیکہ کے سرٹیفکیٹ پر وزیر اعظم کی تصویر کیوں ہے؟ انہوں نے دوسرے دن ٹوئٹ کرکے یہ بھی کہا کہ اگر ٹیکہ کے کاغذات پر وزیر اعظم کی تصویر ضروری ہے تو کورونا سے مرنے والوں کی ''ڈیتھ سرٹیفکیٹ'' پر بھی وزیر اعظم کی تصویر لگنی چاہیے، ان کے اس بیان کی حمایت پپو یادو اور راجد کے چترنجن گگن نے بھی کیا ہے، جب کہ بھاجپا کے ڈاکٹر سنجے کا کہنا ہے کہ یہ وقت سیاست کرنے کا نہیں ہے، اب ان سے کون پوچھے کہ وزیر اعظم کی تصویر لگانا سیاست نہیں تو اور کیا ہے، دراصل یہ ''ون مین حکمرانی'' کا وہ تصور ہے جس کی کوکھ سے آمریت پیدا ہوا کرتی ہے، کاش بھاجپا آر ایس ایس اور ان کے ہم نوا اس حقیقت کو سمجھ پاتے۔

وسیم رضوی ملعون

'' وسیم رضوی ملعون کے خرافاتی اور بھاجپائی دماغ نے قرآن کریم میں تحریف کرکے اسے شائع کرنے کا اعلان کیا ہے اور مدارس میں تحریف شدہ اس قرآن کو داخل نصاب کرنے کے لیے وزیر اعظم کو خط لکھا ہے، یہ انتہائی مذموم حرکت ہے، اس سے مسلمانوں میں سخت غم وغصہ پایا جارہا ہے، کیوں کہ قرآن الٰہی کلام ہے، جسے خدائی وعدہ کے مطابق قیامت تک بعینہ باقی رہنا ہے، ایسا لگتا ہے کہ وسیم رضوی کا وقت قریب آرہا ہے، جب وہ جہنم کا ایندھن بنے گا، دنیا میں جو اس کی رسوائی ہو رہی ہے وہ الگ، اس قسم کی حرکات ماضی میں جس کسی نے کی اللہ رب العزت نے ذلت ورسوائی کا طوق اس کے گلے میں ڈالا، وسیم رضوی ملعون کا حشر بھی یہی ہوگا اور وہ کہتا پھرے گا، دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

حضرت مولانا نور عالم خلیل امینیؒ-آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو

دارالعلوم دیوبند کے مؤقر استاد، اس کے ترجمان الداعی کے باوقار مدیر، دسیوں کتابوں کے مصنف، مؤلف، مرتب، اور مترجم، قصر علم وادب کے آفتاب و ماہتاب، خوش مزاج، خوش وضع، خوش کردار، عالم اسلام کی زبوں حالی پر اشک بار، حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی ابواسامہ نور (ولادت ۱۸/دسمبر ۱۹۵۲ء مطابق کم ربیع الآخر ۱۳۷۲ھ) بن حافظ خلیل احمد (مارچ ۱۹۵۳ء) بن رشید احمد بن محمد فاضل بن کرامت علی صدیقی کا ۲۰/رمضان ۱۴۴۲ھ مطابق ۳/مئی ۲۰۲۱ء صبح کے سوا تین بجے میرٹھ کے آنند اسپتال میں انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون، جنازہ دیوبند لایا گیا، احاطہ مولسری میں بعد نماز ظہر مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور مزار قاسمی میں (جہاں اولیاء کرام، صلحاء عظام اور اساتذۂ دارالعلوم کی ایک بڑی تعداد مدفون ہے) جگہ پائی، رمضان کا مہینہ، وبائی مرض میں موت کو مغفرت اور بخشش کے پروانے کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے پس ماندگان میں تین لڑکے، چار لڑکیاں اور ایک اہلیہ کو چھوڑا۔ سدا رہے نام اللہ کا۔

حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی کا آبائی وطن رائے پور موجودہ ضلع سیتامڑھی ہے، لیکن آپ کی ولادت آپ کے نانا بابو جان بن محمد نقو بن محمد یار علی صدیقی کے گھر ہرپور بیشی ضلع مظفر پور میں ہوئی، یہ جگہ اورائی کے قریب ہے، شمالی بہار میں ماضی قریب تک یہ روایت رہی ہے کہ پہلے بچے کی ولادت کے موقع سے لڑکی کو میکے بلالیا جاتا تھا؛ چنانچہ مولانا کی والدہ سلیمہ خاتون کو بھی میکے بلالیا گیا تھا، ولادت کے صرف تین ماہ کے بعد مارچ ۱۹۵۳ء میں والد اللہ کو پیارے ہوگئے، دادا، پردادا کی زندگی ہی میں گذر گئے تھے؛ اس لیے والد محجوب تھے جس کی وجہ سے زمین جائداد میں بھی حصہ نہیں ملا، یتیمی اور بے سروسامانی میں دادی مقیمہ خاتون نے مدت رضاعت کے بعد پرورش کی ذمہ داری سنبھالی، والدہ صرف انیس (۱۹) سال کی عمر میں بیوہ ہوگئی تھیں، اس لیے ان کی دوسری شادی مولانا کے چچیرے ماموں محی الدین بن محمد نقو سے ہوگئی، لیکن وہ بھی ۱۹۶۷ء میں داغ مفارقت دے گئے اور چونتیس (۳۴) سال کی عمر میں مولانا کی والدہ کو دوبارہ کی بیوگی کے صدمہ نے نڈھال کردیا، اسی غمناک ماحول میں مولانا کی پرورش و پرداخت ہوتی رہی۔

رسم بسم اللہ مولانا کے نانا بابو جان نے ادا کی، پھر مولوی ابراہیم عرف مولوی ٹھگن کے سامنے رائے پور میں زانوئے تلمذ تہ کیا، رائے پور کے بعد مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا موجودہ ضلع سیتامڑھی میں داخل ہوئے، وہاں سے ۱۳۸۰ھ مطابق جون ۱۹۶۰ء میں مدرسہ امدادیہ دربھنگہ چلے آئے، درجہ حفظ میں داخلہ لیا؛ لیکن سات پارے حفظ کرنے کے بعد درجہ ششم اردو میں منتقل ہوگئے، یہ ۱۹۶۱ء کا سال تھا، کم وبیش تین سال یہاں قیام پذیر رہے اور مولانا محمد اویس صاحب رائے پوریؒ اور مولانا محمد تسلیم صاحب سید حولویؒ کی تربیت میں رہے، اس کے بعد دارالعلوم مئو کا رخ کیا، یہاں عربی اول میں داخلہ ہوا، مولانا ریاست علی بحری آبادی، مولانا امین صاحب ادروی عرف دادا، مولانا شیخ محمد مئوی، مولانا نذیر احمد مئوی (م ۲۰۲۰ء) مولانا نیاز احمد جہان آبادی، مولانا سلطان احمد مئوی، مولانا ریاض الحق مئوی، مولانا عبد الحق اعظمی، قاری محمد یسین اور مولانا محمد اسلام الدین مئوی رحمھم اللہ سے کسب فیض کیا، ۱۶/شوال ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۰/دسمبر ۱۹۶۷ء کو آپ کا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں ہوگیا، یہاں خاص طور سے عربی زبان وادب کی تعلیم مولانا وحید الزماں صاحب کیرانویؒ سے پائی اور مہارت تامہ پیدا کیا، یہاں کے دیگر اساتذہ میں حضرت مولانا معراج الحق، مولانا محمد حسین بہاری، مولانا نصیر احمد خاں، مولانا فخر الحسن مرادآبادی، مولانا شریف الحسن، مولانا قمر الدین، مولانا خورشید احمد، مولانا حامد میاں اور مولانا بہاء الحسن صاحبان کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ابھی فراغت نہیں ہوئی تھی کہ دارالعلوم کے طلبہ نے بعض معاملات کو لے کر اسٹرائک کردیا، کئی نامور طلبہ کے ساتھ مولانا کا نام بھی اس سے جڑ گیا، اور اس پاداش میں جن طلبہ کا اخراج ہوا، ان میں ایک نام مولانا مرحوم کا بھی تھا، یہ بڑا جاں گسل موقع تھا، ایسے میں مولانا محمد میاں صاحبؒ آگے آئے اور انہوں نے اس ہونہار طالب علم کو ضائع ہونے سے بچالیا، وہ مولانا کو مدرسہ امینیہ دہلی لے آئے، پڑھایا بھی اور لکھنے کی تربیت بھی دی، یہیں سے دورۂ حدیث پڑھ کر آپ نے سند فراغت پائی، ایک پریشان کن وقت میں مدرسہ امینیہ نے دست تعاون دراز کیا اور سنبھالا تھا، فراغت بھی یہیں سے ہوئی تھی، اس لیے مولانا نے اعتراف کے طور پر اپنے نسبی باپ کے نام کے ساتھ اس روحانی باپ کے نام کو بھی اپنے نام کا جز بنالیا اور امینی لکھنے لگے۔

تدریسی زندگی کا آغاز دارالعلوم ندوۃ العلماء سے کیا، ۱۹۷۲ء سے بقول مولانا عبدالمتین منیری بھٹکلی ۱۹۷۷ء تک یہاں تدریس کے فرائض انجام دیے، یہاں کا ماحول مولانا کی عربی زبان دانی اور حاصل شدہ مہارت کو صیقل کرنے کے لیے انتہائی خوش گوار تھا، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ اور مولانا محمد الحسنی ندویؒ کی نگارشات کا مولانا نے مطالعہ ڈوب کر کیا، وہاں سے نکلنے والے عربی اخبارات ورسائل اور خود حضرت مولانا وحید الزماں کیرانوی کی ادارت میں نکلنے والے جمعیت علماء کے ترجمان "الکفاح" سے عربی صحافت کے اسرار ورموز سیکھے اور واقفیت بہم پہنچائی، انہوں نے عربی کے قدیم وجدید ادباء کی کتابیں کھنگال ڈالیں، جاحظ کے اسلوب وتعبیرات سے وہ بہت متاثر ہوئے؛ چنانچہ ان کی عربی تحریروں میں یہ رنگ غالب آگیا۔ بقول مولانا منیری ندوۃ العلماء کے بعد مولانا مدرسہ کاشف العلوم اورنگ آباد چلے گئے اور ۱۹۸۲ء تک وہیں خدمت انجام دیتے رہے۔

۱۹۸۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں انقلاب آیا، اہتمام وانتظام بدلا، الداعی کے ایڈیٹر مولانا بدر الحسن قاسمی دارالعلوم اور الداعی سے قطع تعلق کرکے کچھ دن "برزخی زندگی" گذار کر کویت تشریف لے گئے، ایسے میں مولانا وحید الزماں کیرانویؒ جو ان دنوں دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم تھے نے ضرورت محسوس کی کہ مولانا کو الداعی کے ایڈیٹر کی حیثیت سے دارالعلوم بلالیا جائے؛ چنانچہ مولانا نے اپنی علمی عبقریت و عظمت کی وجہ سے مادر علمی میں اپنی جگہ بنالی اور الداعی کے ایڈیٹر کی حیثیت سے دارالعلوم چلے آئے، یہاں بحال ہونے کے بعد مولانا تدریب کے لئے سعودی عرب تشریف لے گئے اور کئی ماہ وہاں مقیم رہے، اس دوران میرا قیام دارالعلوم دیوبند میں تھا اور دارالافتاء میں بحیثیت طالب علم داخل تھا، مولانا وحید الزماں کیرانویؒ سے قربت بھی تھی، اس لیے مولانا کے غائبانہ میں الداعی کا کام میرے درسی ساتھی مولانا عتیق اللہ قاسمی سہرساوی دیکھنے لگے اور نظر ثانی کا کام حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ خود کیا کرتے تھے، مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب کی واپسی کے بعد مولانا عتیق اللہ قاسمی صاحب شیخ الہند اکیڈمی منتقل ہوگئے اور مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی زیر نگرانی "الدراسات العلیاء" کے نام سے عربی رسالہ نکالنے لگے، بعد میں مولانا عتیق اللہ قاسمی کی خدمت امارت شرعیہ کو حاصل ہوگئی اور چند سال کے بعد عارضہ قلب میں پٹنہ میں ہی ان کا انتقال ہوگیا۔

مولانا تدریب سے لوٹنے کے بعد الداعی کے ساتھ دارالعلوم میں بحیثیت مدرس بھی خدمت انجام دینے لگے اور عربی زبان وادب خصوصا تکمیل ادب کے اسباق ان سے متعلق ہوگئے، مولانا نے پوری دلجمعی کے ساتھ دونوں کام کو سنبھالا اور عالم عرب کے لیے علماء دیوبند کی کتابوں کو ترجمہ کرکے شائع کیا، علماء دیوبند کے افکار وخیالات کی ترویج واشاعت کے لئے اداریے اور مضامین لکھے، بعض اہم موضوع پر عربی میں کتابیں تصنیف کیں، فلسطین کے مسائل پر توجہ مبذول کرانے کے لیے "فلسطین کسی صلاح الدین کے انتظار میں" لکھ کر اسے شائع کرایا، یہ کتاب عربی واردو دونوں میں شائع ہوئی، کتاب کے افکار وخیالات کی روشنی میں آسام یونیورسٹی سے اس پر اسکالر نے تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی گئی۔

مولانا عربی صحافی اور ادیب کی حیثیت سے عالم عرب میں خوب متعارف تھے اور ہندوستان والوں کے نظر میں بھی ان کی عربی نثر اعلیٰ وارفع تھی۔

اس وقت تک مولانا کی اردو ادیب کی حیثیت سے کوئی چیز نہیں آئی تھی، اس لیے اردو کے ادباء اور فقہ وحدیث کے ماہرین کا حلقہ بقول ان کے "ان کو عربی آوے ہے" سے ہی جانتا تھا؛ لیکن مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کے انتقال کے بعد ان کی پہلی اردو کتاب "وہ کوہ کن کی بات" آئی، مولانا سے عقیدت و محبت، حق شاگردی اور جدائی کے غم نے اردو ادب میں ایسی ایک کتاب ان سے تصنیف کروادی جو سوانحی ادب کا بہترین مرقع بن گئی، جس کو دل کے آنکھوں سے پڑھا گیا، واقعات وخیالات، جذبات واحساسات کی اتنی صحیح عکاسی کسی دوسری کتاب میں دیکھنے کو نہیں ملی، حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ نے اس کتاب کے اسلوب اور حقیقت بیانی سے متاثر ہوکر فرمایا کہ اگر "نور عالم جیسا شاگرد ہوتو مرجانے میں ہی فائدہ ہے"۔

اس کے بعد مولانا نے مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا، حرف شیریں، پس مرگ زندہ، رفتگان نا رفتہ، فلسطین کسی صلاح الدین کے انتظار میں، صحابہ رسول اسلام کی نظر میں، کیا اسلام پسپا ہو رہا ہے، عالم اسلام کے خلاف صلیبی اور صہیونی جنگ۔ حقائق ودلائل، خط رقعہ کیسے لکھیں جیسی اہم کتابیں دنیائے علم وادب کو دیں، ان کتابوں میں تاریخ بھی ہے، ادب بھی ہے، خاکے بھی ہیں، عالم اسلام کا درد وکرب بھی ہے، اسلام کی حقانیت کو عصری زبان میں پیش کرنے کی لائق تحسین کوشش بھی ہے، سب کتابوں میں اعلیٰ ادبی تعبیرات اور پرکشش جملے دامن دل کو کھینچتے ہیں اور آدمی اس کے مطالعہ پر خود کو مجبور پاتا ہے، کہنا چاہیے کہ مولانا نے تاریخی ذوق مولانا محمد میاں صاحبؒ سے حاصل کیا تھا اور ادبی ذوق نیز نستعلیقی رہن سہن کا طریقہ مولانا وحید الزماں کیرانویؒ سے سیکھا تھا، عربی تو ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، اس زبان میں ان کی تصنیفات کی تعداد سات بتائی جاتی ہے؛ جب کہ انہوں نے پچیس کتابوں کا اردو سے عربی میں ترجمہ کیا، جن میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مفتی محمد تقی عثمانی، قاری محمد طیب، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا منظور احمد نعمانی، حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی، ڈاکٹر خورشید احمد صاحبان وغیرہ کی تصانیف شامل ہیں، ان کے علاوہ برصغیر ہندوپاک کے رسائل اور عالم عرب کے عربی مجلات میں پانچ سو سے زائد علمی وادبی مقالے شائع ہوکر مقبول ہوچکے ہیں۔ مولانا کی عربی زبان وادب کی خدمات کا حکومتی سطح پر اعتراف کیا گیا؛ چنانچہ ۲۰۱۸ء میں موجودہ صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند نے انہیں صدارتی توصیفی سند سے نوازا۔

مولانا سے میرے تعلقات کی نوعیت استاذی وشاگردی کی نہیں تھی، اس لیے ان کی درسی خصوصیات پر میرے لئے کچھ لکھنا ممکن نہیں ہے، وہ جب دارالعلوم تشریف لائے تو میں افتاء میں تھا اور افتاء کی تکمیل کے بعد میں وطن واپس ہوگیا، مولانا سے فون پر رابطہ رہا، بیش تر کسی کام سے ان کا ہی فون آتا، میں ایسے ہی فون کرنے میں کوتاہ واقع ہوا ہوں، حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ آپ تو پہلے استخارہ کریں گے، پھر دو رکعت نماز پڑھیں گے تب مجھ کو فون کرنے کی سوچیں گے؛ ایسا ہی کچھ مولانا سے رابطہ میں ہوا کرتا تھا؛ لیکن مولانا نہیں بھولتے تھے، میرے مضامین کا مطالعہ کرنے کے بعد کہیں کوئی تاریخی سقم سمجھ میں آتا تو فوراً فون کرتے، حوصلہ افزائی فرماتے پھر اس غلطی کی نشان دہی کرتے، میں جب کبھی دیوبند جاتا تو ملاقات کا وقت دیتے، ناشتہ اور چائے کراتے، اندازہ ہوتا کہ یہ وقت بھی انہوں نے میری دل جوئی کے لیے نکالا ہے، ورنہ ان کے نظام الاوقات میں ملنے ملانے کی گنجائش کم ہی ہوتی تھی۔ مولانا سے میری آخری ملاقات امارت شرعیہ پٹنہ میں ہوئی تھی، وہ وفاق المدارس الاسلامیہ کے تدریب المعلمین کے پروگرام میں وفاق کی دعوت پر تشریف لائے تھے، یہ تین روزہ پروگرام تھا اور المعہد العالی کے ہال میں منعقد ہوا تھا، مولانا نے عربی درس وتدریس اور انشاء کے حوالہ سے کئی محاضرے دیئے، پہلا محاضرہ ان کا استحضار نیت پر تھا، پھر عربی بولنے لکھنے کے طریقوں پر بھی روشنی ڈالی، فرمایا: اگر عربی اور اردو میں مضمون لکھنا چاہتے ہو تو ڈائری پابندی سے لکھو، اور اس کے لکھنے کا طریقہ مولوی ثناء الہدیٰ سے سیکھو، میں نے "وہ کوہ کن کی بات" میں ان کی ڈائری سے فائدہ اٹھایا ہے اور اس کے دوسرے ایڈیشن میں بہت کچھ ان کے مضمون "کیمپ ڈائری کے چند اوراق" سے حوالہ کے ساتھ نقل کیا ہے، مولانا کا اتنا کہہ دینا میرے لیے باعثِ سعادت بھی ہے اور سند بھی۔ مولانا نے اس موقع پر جو محاضرے دیئے، اسے کیسٹ سے نقل کراکر میں نے ان کی خدمت میں نظر ثانی کے لیے بھیجا تھا؛ مگر مولانا اس کے لیے وقت نہیں نکال سکے مجبوراً میں نے تقریر کو اسلوب تحریری دے کر اپنی کتاب "مدارس اسلامیہ میں منصب تدریس اور طریقہ تدریس" میں شامل کردیا تھا، جو مطبوعہ شکل میں موجود ہے، مولانا نے اگر اس پر نظر ثانی کا وقت نکال لیا ہوتا تو حرف شیریں جیسی ایک دوسری کتاب سامنے آجاتی، یہ آخری ملاقات تھی جو آمنے سامنے مولانا سے ہوئی، اس کے بعد پھر کوئی ملاقات یاد نہیں ہے، حالانکہ ابھی کوئی چار ماہ قبل وہ بہار آئے تھے جو ان کا آخری سفر بن گیا۔

میرا فون پر آخری بار رابطہ ان سے ۲۰۱۹ء میں ہوا تھا، ان کی لڑکی کا رشتہ چکنوٹہ ویشالی کے ایک خاندان میں لگا تھا، وہ لوگ مقیم تو دہلی میں تھے؛ لیکن رہنے والے ویشالی کے تھے، مولانا نے بغرض تحقیق مجھے فون کیا، اور فرمایا: کہ جب بھی آپ کو فون کرتا ہوں، کوئی نہ کوئی غرض اپنی شامل ہوجاتی ہے، پھر انہوں نے میرے ذمہ تحقیق کا کام کیا، میں نے تحقیق کے بعد حضرت کو خبر دی؛ چنانچہ یہ رشتہ پایۂ تکمیل کو پہونچا، مولانا نے اس کے لیے شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ جب بھی ادھر آیا، آپ کے گھر ضرور آؤں گا، مولانا کا ادھر کا سفر نہیں ہوا، محرومی میرا مقدر رہی اور مولانا نے رخت سفر باندھ لیا، اب ملاقات قیامت ہی میں ممکن ہے، اللہ مولانا مرحوم کو بہتر بدلہ عطا فرمائے، سیئات سے درگذر فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے؛ جہاں تک جدائی کے صدمہ کی بات ہے تو حقیقت یہ ہے کہ

مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے

حکایات

اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

حضرت اویس قرنی (المتوفی ۳۲ھ) ایک مشہور تابعی بزرگ گزرے ہیں، وہ خاندانی لحاظ سے قریشی الاصل تھے لیکن انہوں نے اپنی ہستی کوراہ خدا میں ایسا گم کردیا تھا کہ دنیا ومافیہا سے بالکل بے نیاز ہوگئے تھے، وہ ملک یمن کے شہر قرن کے باشندہ تھے، باطنی طور پر عشق رسول سے اس قدر سرشار تھے کہ غائبانہ طور پر ان کا دل آفتاب نبوت کی کرنوں سے مجلّی ہوگیا تھا، عدم...... کی وجہ یہ تھی کہ ان کی ایک ضعیفہ، اندھی ماں تھیں جن کی وہ خدمت کرتے شتربانی کے ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرتے جب تک ان کی والدہ زندہ رہیں انہیں کی خدمت میں لگے رہے، ان کی تنہائی کے خیال سے کہیں کا سفر تک نہ کرتے تھے، اسی وجہ سے وہ جمال نبوی کے دیدار سے محروم رہے، لیکن دل عشق نبوت سے منور تھا، عبادت وریاضت میں لگے رہتے، دن کو اکثر روزے رکھتے، اور راتوں کو تہجد ونوافل میں گذارتے، موٹا جھوٹا لباس زیب تن فرماتے، رہائشی شان بھی بہت معمولی درجہ کا تھا، آپ کی اس مجذوبانہ شان کی وجہ سے لوگ مذاق بھی اڑاتے، مگر وہ مست حال رہتے، ان کا خیال تھا کہ تنہائی نجات کا راستہ ہے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نادیدہ عاشق رسول کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کو ان کی چند علامتیں بیان فرمائیں کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص ہے جس نام اویس ہے وہ تمہارے پاس یمن سے آئیں گے، اس کے جسم پر برص کے داغ ہوں گے جو مٹ چکے ہوں گے، صرف درہم کے برابر باقی ہوگا، اس کی ماں بھی ہے، جس کی وہ خدمت کرتا ہے، جب وہ خدا کی قسم کھاتا ہے تو اللہ اس کو پوری کرتا ہے، اگر تم اس سے دعاء مغفرت حاصل کرسکو تو حاصل کرنا، مورخین نے لکھا کہ اس کے بعد سے حضرت عمرؓ ان کی دریافت میں لگے رہتے جو قافلہ یمن سے آتا آپ حضرت اویس کے احوال معلوم کرتے، اپنے زمانہ خلافت میں ایام حج میں ہر آنے والے سے فرمایا کرتے تھے کہ کیا تمہارے درمیان کوئی قبیلہ قرن سے آیا ہے، ایک دفعہ ایک قافلہ کھڑا ہوا اور کہا کہ ہاں ام المؤمنین فلاں لوگ یمن سے آئے ہیں، حضرت عمر فاروقؓ ان لوگوں سے حضرت اویس کے بارے میں دریافت کیا ان لوگوں نے بتایا کہ اے امیر المؤمنین اویس کو جانتا ہوں، وہ ایک دیوانہ آدمی ہے، آبادی میں نہیں رہتا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہوئے، دیکھا کہ جنگل میں ایک شخص ہے نماز پڑھ رہا ہے اور پیشانی سجدہ میں ٹکی ہوئی ہے، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر نے حضور اکرم کی نشانی کی شناخت کی اور ان سے امت کے لیے دعا کرائی، اس کے بعد ہی اویس قرنی کے روحانی حالات سے لوگ متعارف ہوئے، مگر آپ وہاں سے کوفہ تشریف لے گئے اس کے بعد آپ کے حالات واقعی سے لوگ واقف ہوئے، شہرت وناموری، سے بہت دور بھاگتے، انہوں نے اپنی زندگی ایسی بنائی تھی کہ بعض خواص کے علاوہ ان کے اہل وطن تک ان سے واقف نہ تھے، حضرت مولانا شاہ معین الدین ندویؒ نے مستدرک حاکم کے حوالہ سے ایک صاحب دل تابعی ہرم بن حیان اور حضرت اویس کی ملاقات کا تفصیلی واقعہ ذکر کیا ہے ان کا بیان ہے کہ ”میں اویس قرنی کی زیات کی تمنا میں کوفہ گیا، اور تلاش کرتے کرتے فرات کے کنارہ پہنچا وہاں دیکھا کہ ایک شخص تنہا بیٹھا نصف النہار کے وقت وضو کررہا تھا، اور کپڑے دھو رہا تھا، میں اویس کے اوصاف سن چکا تھا، اس لیے فوراً پہچان گیا، وہ فربہ اندام تھے، رنگ گندم گوں تھا، بدن پر بال زیادہ تھے، سر منڈا ہوا تھا، داڑھی گھنی تھی، بدن پر ایک صوف کا ازار اور ایک صوف کی چادر تھی، چہرہ بہت بڑا تھا، قریب پہونچ کر میں نے سلام کیا، اویس نے جواب دیا، اور میری طرف دیکھ کر کہا: خدا تم کو زندہ رکھے، میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور انہوں نے مصافحہ کرنے سے انکار کردیا، پھر کہا خدا تم کو زندہ رکھے، میں نے کہا اویس تم پر خدا رحمت نازل کرے اور تمہاری مغفرت فرمائے، تمہارا کیا حال ہے، غایت محبت میں ان کی ظاہری حالت پر میرے آنسو نکل آئے، مجھے روتا دیکھ کر وہ بھی رونے لگے اور مجھ سے فرمایا ہرم بن حیان خدا تم پر رحم کرے، میرے بھائی تم کیسے ہو؟ تم کو میرا پتہ کس نے بتایا، میں نے کہا خدا نے، اس جواب پر انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ اس سے پہلے نہ کبھی میں نے ان کو دیکھا تھا اور نہ انہوں نے مجھے دیکھا تھا، اس لیے میں نے ان سے پوچھ لیا آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیسے جان لیا خدا کی قسم آج سے پہلے کہیں بھی میں نے آپ کو نہ دیکھا تھا، فرمایا علیم خبیر نے مجھے بتایا، جب تمہارے نفس نے میرے نفس سے باتیں کیں اسی وقت میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا، زندہ اور چلتے پھرتے لوگوں کی طرح روحوں کی بھی جان ہوتی ہے، مومنین خواہ کبھی آپس میں نہ ملے ہوں اور ان میں کوئی تعارف نہ اور نہ ان کو ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا اتفاق ہوا ہو، پھر بھی وہ سب ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں، اور خدا کی روح کے وسیلہ سے باتیں کرتے ہیں، خواہ وہ ایک دوسرے سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں۔

میں نے درخواست کی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنائیے کہ میں آپ کی زبان سے سن کر اس کو یاد کرلوں، فرمایا میں نے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا اور نہ آپ کی صحبت سے بہرہ ور ہوا، البتہ آپ کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے اور تم لوگوں کی طرح مجھے بھی آپ کی حدیثیں پہونچی ہیں، لیکن میں اپنے لیے یہ دروازہ کھولنا نہیں چاہتا کہ محدث، قاضی، یا مفتی بنوں، ہرم بن حیان مجھے خود اپنے نفس کے بہت سے کام ہیں، یہ جواب سن کر میں نے عرض کیا کہ پھر قرآن ہی کی کچھ آیات سنا دیجئے، مجھے آپ کی زبان سے قرآن سننے کی خواہش ہے، میں خدا کے لیے آپ کو محبوب رکھتا ہوں، میرے لیے دعاء فرمائیے، اور کچھ وصیتیں کیجئے، میں ان کو ہمیشہ یاد رکھوں، میرے درخواست سن کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ”**اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم**“ پڑھ کر چیخ مار کر رونے لگے، اور فرمایا میرے رب کا ذکر بلند ہے، سب سے زیادہ حق اس کا قول ہے، سب سے زیادہ سچی بات اس کی بات ہے، سب سے اچھا کلام اس کا کلام ہے، یہ کلمات فرما کر ”**ماخلقنا السموٰت والأرض**“ سے ”**ہو العزیز الرحیم**“ تک تلاوت کرکے چیخ مار کر ایسے خاموش ہوئے کہ میں سمجھا بے ہوش ہوگئے، پھر مجھ سے فرمایا ہرم بن حیان تمہارے باپ مرچکے، عنقریب تم کو بھی مرنا ہے، ابوحیان مرچکے، ان کے لیے یا جنت ہے یا دوزخ، ابن حیان آدم مرگئے، حوا مرگئیں، ابن حیان نوح اور اور ابرہیم خلیل الرحمٰن مرگئے، ابن حیان موسیٰ نجی الرحمٰن مرگئے، ابن حیان داؤد خلیفۃ الرحمٰن مرگئے، ابن حیان محمد رسول الرحمٰن مرگئے، ابن حیان ابوبکر خلیفۃ المسلمین مرگئے، ابن حیان میرے بھائی عمر بن الخطاب مرگئے، یہ کہہ کر واعمراہ! کا نعرہ لگایا، اور ان کے لیے رحمت کی دعاء کی، عمرؓ فاروق اس وقت زندہ تھے، اور ان کی خلافت کا آخری زمانہ تھا اس لیے میں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے عمرؓ بن الخطاب تو زندہ ہیں، فرمایا ہاں، جو کچھ میں نے کہا ہے اگر تم اس کو پوری طرح سمجھ لو تو تم کو معلوم ہوجائے گا کہ ہمار تمہارا شمار مردوں ہی میں ہے، ہونے والی بات ہوچکی ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، اور چند مختصر دعائیں پڑھ کر کہا ہرم بن حیان کتاب اللہ، صلحاء امت کی ملاقات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام میری وصیت ہے، میں انے اپنی خبر موت دی اور تمہاری خبر موت دی، آئندہ ہمیشہ موت کو یاد رکھنا، اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے غافل نہ ہونا، واپس جاکر اپنی قوم کو ڈرانا اور اپنے ہم مذہبوں کو نصیحت کرنا، اور اپنے نفس کے لیے کوشش کرنا، خبردار جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تمہارا دین چھوٹ جائے اور قیامت میں تم کو آتشِ دوزخ کا سامنا ہو، پھر فرمایا خدایا اس شخص کا گمان ہے کہ وہ تیرے لیے مجھ سے محبت کرتا ہے، اور تیرے لیے مجھ سے ملاقات کی اس لیے خدایا جنت میں چہرہ مجھے پہچوانا، اور اپنے گھر دارالسلام میں مجھے اس سے ملانا، وہ دنیا میں جہاں کہیں بھی رہے، اس کو اپنے حفظ وامان میں رکھنا، اس کی کھیتی باڑی کو اس کے قبضہ میں رہنے دے، اس کو تھوڑی دنیا پر خوش رکھ، اور دنیا سے تو نے جو حصہ اس کو دیا ہے وہ اس کے لیے آسان کر، اور اپنے عطایا اور نعمتوں پر اس کو شاکر بنا، اور اس کو جزائے خیر دے، یہ دعائیں دیکر مجھ سے خطاب فرمایا کہ ہرم بن حیان اب میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، اچھا سلام علیک ورحمۃ اللہ، اب میں تم کو آج سے نہ دیکھوں میں شہرت ناپسند کرتا ہوں، اور تنہائی اور عزت کو دوست رکھتا ہوں، جب تک میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ زندہ ہوں گا انتہائی غم والم میں مبتلا رہوں گا، اس لیے آئندہ تم مجھ سے پوچھنا اور نہ تلاش کرنا، تمہاری یاد میرے دل میں ہمیشہ رہے، لیکن اس کے بعد نہ میں تم کو دیکھوں گا اور نہ تم مجھے دیکھ سکو گے، مجھے یاد کرتے رہنا، اور میرے لیے دعائے خیر کرنا، میں بھی ان شاء اللہ تم کو یاد کروں گا اور تمہارے لیے دعائے خیر کرتا رہوں گا، یہ کہہ کر وہ ایک سمت چلے، میں بھی ساتھ ہولیا کہ ایک ہی ساعت اور ساتھ ہوجائے، لیکن اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے، اور ہم دونوں روتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہوگئے، میں حد نظر تک دیکھتا رہا تا آنکہ وہ ایک گلی میں چلے گئے اس کے بعد میں نے ان کو بہت تلاش کیا، اور لوگوں سے پوچھا لیکن کسی سے کچھ سراغ نہ ملا، اللہ ان پر رحمت نازل کرے، اور ان کی مغفرت فرمائے، اس ملاقات کے بعد سے کوئی ہفتہ ایسا نہیں جاتا کہ میں ان کو ایک دو مرتبہ خواب میں نہ دیکھتا ہوں، (تابعین۔ص ۳۹)

سالک السالکین کے مصنف نے آپ کے عادات و اطوار اور اوصاف و کمالات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ: آپ گوشہ نشینی اور گمنامی کو بہت دوست رکھتے تھے، اور شہرت ومخالطت سے آپ کو سخت نفرت تھی، دیوانہ وار محض مست وخوار ویرانوں اور کھنڈروں میں رہ کر زندگی بسر کرتے تھے، لوگوں نے آپ کو دیوانہ جان کر آپ کے لیے ایک حجرہ بنادیا تھا، جس میں آپ کئی برس رہے، مگر آپ کو کسی نے اس میں رہتے ہوئے نہیں دیکھا کیونکہ آپ صبح سے پہلے باہر نکل جاتے تھے اور عشاء کے بعد آتے، اور عبادت میں مشغول رہتے، آپ حتی الامکان کسی سے نہ ملتے تھے، اگر احیانا کوئی آجاتا تو اس سے پوچھتے کہ بھائی کیا تجھے خدا سے کام نہیں ہے کہ میرے پاس آیا ہے، اگر تجھے خدا سے کوئی کام نہیں ہے تو مجھے تجھ سے کیا کام، آپ جس طرف جاتے لوگ آپ کو پست خوار سمجھ کر آپ سے ہٹ جاتے اور لڑکے آپ کو پتھر مارا کرتے، آپ کو شتربانی سے جو کچھ حاصل ہوتا اس سے والدہ ماجدہ کی خدمت کرتے، آپ کی وجہ معاش صرف کھجور کی گٹھلیاں تھیں، جو راہوں سے چن کر بیچتے تھے اور روزہ افطار کرتے، اگر کچھ کھجور مل جاتی تو ان کی قیمت خیرات کرتے، لباس آپ کا پھٹا پرانا ایک خرقہ تھا، جو راہوں سے چیتھڑوں کو چن کر اور پاک کر بنالیا تھا، اور گمنامی اس درجہ محبوب تھی کہ تمام عمر حالت اخفاء اور گمنامی میں رہے، اور ہمیشہ آپ کی یہ دعا تھی ”**الھم استرنی فی عبادک وبلادک**“ اے میرے رب تو مجھے چھپا دے اپنے بندوں اور اپنے ملکوں میں، یہ دعا آپ کی مقبول ہوئی اور حق تعالیٰ شانہ آپ کو شتربانوں اور پست خوار لوگوں میں چھپایا، کتب تصوف میں اس طور پر بھی مرقوم ہے کہ ایک بار آپ معہ چہ درویشوں کے بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ مغلوب الحال ہوگئے اور ذوق وشوق میں مثل دریا زفارے کے جوش مارنے لگے، اسی حالت مستی وسکر میں نظر آپ کی ان درویشوں پر پڑی سب کے سب آپ کی صورت کے ہوگئے جہاں گئے ہر ایک اویس نظر آیا، اور اویس کو کسی نے نہ جانا اور مضمون اس حدیث قدسی کا صادق آیا ”**اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری**“ یعنی میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں سوائے میرے ان کو کوئی نہیں جانتا، پس اگر حضرت سرور کائنات علیہ الصلاۃ والسلام آپ کی خبر نہ دیتے تو کوئی آپ کا نام ونشان تک نہیں جانتا، یہاں تک کہ جب آپ نے اس دار ناپائدار سے رحلت فرمائی تو آپ کے مزار پر انوار کو بھی متعدد قبروں میں چھپا دیا؛ تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ واقعی مزار مبارک کون ہے، اور یہ بھی روایت ہے کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ آپ کو ہم شبیہ فرشتوں کی جماعت کے ساتھ قیامت میں لادیگا اور بہشت بریں میں داخل کرے گا کہ کوئی پہچان نہ سکے گا، مگر جس کو خدا چاہے، حیات الذکراین میں ہے کہ فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ”**احب الاولیاء الی اللہ الاتقیاء الاخفیاء**“ یعنی حق تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے اولیاء پرہیزگار مستور ہیں، اس حدیث سے بہت بڑی فضیلت آپ کی ثابت ہوتی ہے، کیونکہ درجہ اولیائے مستور کا اولیائے مشہور سے بہت بلند ہے، تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ رات کو کبھی نہ سوتے تھے، کسی رات میں فرماتے ”ھذہ اللیلۃ السجود“ یہ رات سجدہ کرنے کی ہے، کسی رات میں فرماتے ”**ھذاللیۃ الرکوع**“ یہ رات رکوع کرنے کی ہے، کسی رات میں فرماتے ”ھذہ اللیلۃ القیلۃ“ یہ رات قیام کرنے کی ہے، غرضیکہ ہر رات کو دوسرے طور پر زندہ رکھتے تھے، ربیع کہتے ہیں کہ میں ایک بار آپ کے دیدار شوق میں چلا، دیکھا کہ آپ صبح کی نماز پڑھ رہے ہیں، نماز سے فارغ ہوکر تسبیح وتحلیل میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا، بعد ازاں دوسری نماز تک وظیفہ میں رہے اور اسی طرح صبح کردی، غرضیکہ تین روز تک نہ کچھ کھایا نہ سوئے، چوتھی رات کو کچھ آنکھ لگ گئی دیکھا کہ آپ یکایک اپنی جگہ سے اوچھل پڑے اور مناجات کرنے لگے، اور فرمایا الٰہی! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں چشم پرخواب اور پرشکمی سے میں نے دل میں کہا کہ مجھے بھی کافی ہے اور واپس چلا آیا، اس ولی کامل کی غیرت پسندی اور گوشہ نشینی کے باوجود دعوت دین کا بڑا کام انجام دیا اور آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں جنگ صفین کے موقع پر جام شہادت نوش فرمایا۔

Scanned with CamScanner

دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا غم

مفتی محمد وقاص رفیع

دنیا کی زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوجائے، بہر حال ایک نہ ایک دن ختم ہوجانے والی ہے، اور یہاں کا مال ومتاع چاہے کتنا ہی زیادہ سے زیادہ کیوں نہ ہوجائے بہر حال ایک نہ ایک دن چھوٹنے والا ہے، موت سے چھوٹ جائے چاہے یا ضائع ہونے سے چھوٹ جائے، لیکن اسے چھوٹنا لازمی ہے۔ اور آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے کہیں زیادہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والی اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''اور آخرت کی زندگی بہترین اور (ہمیشہ) باقی رہنے والی ہے۔ (سورۃ الاعلیٰ) بلاشبہ آخرت کی زندگی کی نعمتیں، اس کی جوانی، اس کے مزے، اس کی خوب صورتی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ اِس کے برعکس دنیا کی زندگی، اس کی نعمتیں، اس کی جوانی، اس کی خوب صورتی اور اس کے مزے صرف ایک محدود اور معین مدت تک کے لیے ہیں اور پھر انہیں یکسر ختم ہوجانا ہے۔ پس خوش نصیب اور عقل مند ہے وہ شخص جو اپنی زندگی کے ہر موڑ پر آخرت کی لازوال اور بے مثال زندگی کو دنیا کی زندگی پر ہمیشہ ترجیح دیتا ہے اور اِس دارِ فانی کی تعمیر وتزئین کے بجائے دارِ بقا کی تعمیر وتزئین کی فکر میں ہر دم لگا رہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے، رسول اللہ کا پاک ارشاد ہے کہ: ''جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ (بظاہر صورت نہ کہ حقیقتاً) اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے (پس جب یہ ضابطہ ہے تو) جو چیز ہمیشہ رہنے والی (یعنی آخرت) ہے اس کو ترجیح دو اس چیز (دنیا) پر جو بہر حال فنا ہونے والی ہے۔'' (رواہ احمد و البیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ) حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ: ''ہم لوگ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے کچھ پینے کو مانگا تو شہد کا شربت خدمت میں پیش کیا گیا، اِس کو منہ کے قریب فرما کر حضرت ابوبکر صدیقؓ رونے لگے اور اتنا روئے کہ پاس بیٹھنے والے بھی اِس سے متاثر ہو کر رونے لگے اور خوب روئے، اس کے بعد پھر دوبارہ اُس کو منہ کے قریب کیا اور پھر رونے لگے، اس کے بعد اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھے اور ارشاد فرمایا کہ: ''میں ایک مرتبہ حضور کی خدمت میں حاضر تھا، میں نے دیکھا کہ حضور اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کو دفع فرما رہے ہیں اور کوئی چیز حضور کے سامنے مجھے نظر نہ آئی، تو میں نے حضور سے دریافت کیا کہ: ''حضور! کس چیز کو آپ اپنے سے ہٹا رہے ہیں؟۔'' حضور نے فرمایا کہ: ''دنیا میرے سامنے حاضر ہوئی تھی، میں نے اُس کو اپنے سے ہٹایا، اِس کے بعد پھر وہ دوبارہ میرے پاس آئی اور آکر مجھ سے کہنے لگی کہ اگر آپ مجھ سے بچ گئے تو (کچھ قلق اور افسوس کی بات نہیں، اس لیے کہ) آپ کے بعد آپ کی آنے والی امت مجھ سے ہرگز نہیں بچ سکتی۔'' (فضائل صدقات) ایک حدیث میں حضور اقدس کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ: ''دنیا اُس شخص کا گھر ہے جس کا (آخرت میں کوئی) گھر نہیں، اور دنیا اُس شخص کا مال ہے جس کا (آخرت میں کوئی) مال نہیں، اور دنیا کے لیے وہ شخص مال جمع کرتا ہے جس کو بالکل عقل نہیں ہوتی۔'' (درّ منثور) مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ: ''تو جس قدر دُنیا کا غم کرے گا اتنا ہی آخرت کا غم تیرے دل سے نکل جائے گا، اور جتنا تو آخرت کا غم کرے گا اتنا ہی دنیا کا غم تیرے دل سے نکل جائے گا۔'' حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ: ''اگر دنیا مجھے ساری کی ساری مل جائے اور مجھ سے اِس کا حساب بھی نہ لیا جائے تب بھی میں اس سے ایسی گھن اور کراہت کروں جیسی کہ تم لوگ مردار جانور سے کرتے ہو کہ کہیں کپڑے کو نہ لگ جائے۔'' حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ: ''دنیا کی محبت نے اور گناہوں نے دلوں کو وحشی بنا رکھا ہے، اس لیے خیر کی بات دلوں تک پہنچتی نہیں اور نہ ہی اپنا اثر دکھاتی ہے۔'' ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد حضرت موسیٰ سے ہے کہ: ''جب تم وسعت کو آتے دیکھو تو سمجھو کہ کسی گناہ کی سزا میں یہ آرہی ہے، اور جب فقر وفاقہ کو آتے دیکھو تو کہو کہ صالحین کا شعار آرہا ہے۔ اور اگر کوئی حضرت عیسیٰؑ کا اتباع کرنا چاہتا ہے تو ان کا ارشاد یہ ہے کہ: ''میرا سالن بھوک ہے۔ اور میرا شعار اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ اور میرا لباس ''صوف'' (بھیڑ بکری کے بال اور اُون) ہے۔ اور میرا سردی میں سینکنا دھوپ ہے۔ اور میرا چراغ چاند کی روشنی ہے۔ اور میری سواری میرے پاؤں ہیں۔ اور میرا کھانا اور میوے زمین کا گھاس ہے۔ میں صبح اس حال میں کرتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا، اور شام اس حال میں کرتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ اور ساری دنیا میں مجھ سے زیادہ غنی اور بے پرواہ کوئی شخص بھی نہیں جو کسی دوسرے کا محتاج ہو۔ (فضائل صدقات)

ایک حدیث میں حضور اقدس کا ارشاد مروی ہے کہ: ''ہر امت کے لیے کوئی بچھڑا (گاؤ ماتا وغیرہ) ہوتا ہے جس کی وہ پرستش کرتے ہیں، میری امت کا بچھڑا روپیہ اور اشرفی (بلکہ آج کل کی زبان میں اشرفی کی جگہ اگر ڈالر، یورو اور ریال وغیرہ کرنسیوں کا نام لیا جائے تو یقیناً بے جا نہ ہوگا (رفیع) ہے۔ (کہ اس کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں جیسا کہ پرستش کا ہوتا ہے) اور حضرت موسیٰ کی قوم کا بچھڑا بھی تو سونے چاندی کا زیور ہی تھا۔'' (احیاء علوم الدین) ضحاک بن قیس فرماتے ہیں کہ: ''جو شخص بازار جائے اور کسی چیز کو دیکھ کر اُس کے خریدنے کی رغبت ہو اور ناداری کی وجہ سے (اُس کو خرید نہ سکے، بلکہ) اس پر صبر کرے تو اُس کا یہ عمل ایک ہزار اشرفیاں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔'' حضرت عمر فاروقؓ کی لخت جگر حضرت ام ولیدؓ فرماتی ہیں کہ: ''ایک مرتبہ حضور اقدس شام کے وقت اندر سے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ: ''تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟۔'' صحابہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا بات ہوئی؟۔'' حضور نے ارشاد فرمایا کہ: ''اتنی مقدار جمع کرتے ہو جتنا کھاتے نہیں ہو، اور اتنے مکانات بنا لیتے ہو جن میں رہتے بھی نہیں ہو اور ایسی ایسی اُمیدیں باندھ لیتے ہو جن کو پورا بھی نہیں کر سکتے، کیا ان باتوں سے تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟۔'' (الترغیب والترہیب) مطلب یہ ہے کہ رہن سہن کے لیے گھر اور مکان اتنا ہی بنانا چاہیے جتنے کی ضرورت ہو اور اُس میں زندگی اچھی طرح سے گزر سکے۔ اسی طرح مال و دولت اور خزانہ اتنا ہی جمع کرنا چاہیے جس سے اپنی معاشی تنگی دور ہو کر گزرانِ اوقات آسانی سے ہو سکے۔ اس کے علاوہ جو زائد مال ہے وہ جمع کرنے اور پیسے پر پیسہ اکٹھا کرنے کے لیے نہیں بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے ہے۔

اسرائیل کی گھیرابندی اور امریکہ

سید مجاہد حسین

اسرائیل نے غزہ میں جنگی جرائم کا ارتکاب کیا ہے جس کے خلاف قانونی چارہ جوئی ہونا ضروری ہے؛ تاکہ وہ آئندہ معصوم فلسطینی مسلمانوں کے خون سے ہاتھ نہ رنگے اور جنگ کے دوران حد سے تجاوز نہ کرے یا جرائم کا ارتکاب نہ کرے۔ اس لئے کہ گزشتہ دنوں غزہ میں جنگی جرائم کی تحقیقات سے متعلق قرارداد اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) اور اقوام متحدہ میں فلسطینی وفد کی جانب سے پیش کردہ تجویز کو یو این ایچ آر سی میں منظوری حاصل ہوگئی ہے۔ جنیوا میں ۴۷ رکن ممالک پر مشتمل کونسل کا خصوصی اجلاس ہوا، جس میں ۲۴ ممالک نے غزہ میں مرتکبہ جرائم کی تحقیقات کے لئے قرارداد کے حق میں ووٹ دیا، جب کہ ۹ ممالک نے اس کی مخالفت کی، وہیں ۱۴ ممالک نے قرارداد پر رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ اس سے قبل اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کمشنر میشیل بیشلیٹ نے کہا تھا کہ اسرائیل کے غزہ کی پٹی پر حالیہ تباہ کن حملے جنگی جرائم کے زمرے میں آسکتے ہیں۔ انہوں نے انسانی حقوق کونسل کے خصوصی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''ان کے دفتر نے گزشتہ ایک ماہ کے دوران میں اسرائیلی فورسز کی کارروائیوں کی اموات کی تصدیق کی ہے۔ ان میں ۶۸ کم سن بچے بھی شامل ہیں'' غور طلب ہے کہ غزہ کی پٹی پر اسرائیلی فوج کے ۱۱ روز تک تباہ کن فضائی حملوں میں ۲۵۰ فلسطینی شہید ہوئے تھے جب کہ حماس کے راکٹ حملوں میں ۱۰ اسرائیلی ہلاک ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا: اگر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ اسرائیل نے طاقت کا غیر متناسب، بے دریغ اور بلا امتیاز استعمال کیا ہے تو اس طرح کے حملے جنگی جرائم قرار پائیں گے۔ اقوام متحدہ کی حقوق انسانی کونسل میں تجویز کی منظوری سے اسرائیل بوکھلایا ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کے اس قدم کے بعد اسرائیل کی مشکلیں بڑھنا طے مانی جارہی ہیں۔ گرچہ امریکہ اور خود اسرائیل نے اس تجویز کی مخالفت کی اور اسے مسترد کردیا ہے، تاہم تازہ تحقیقات غزہ میں اسرائیلی جارحیت پر مہر لگانے کا کام کریں گے اور دنیا میں اس کے ظلم کی حقیقی تصویر سامنے آسکے گی۔ غلط نہیں کہ اسرائیل نے غزہ میں جس طرح بے دریغ لوگوں کا خون بہایا ہے، عمارتوں کی زمین بوس کرکے تہس نہس کیا ہے، لوگوں کے زندہ رہنے کے حقوق پر شب خون مارا ہے وہ فلسطینیوں کے عوامی حقوق کے ساتھ ایک کھلی زیادتی ہے۔

اسرائیل عموماً انتقامی جذبہ سے جس طرح رہائشی علاقوں میں شدید حملے کرکے معصوم فلسطینیوں اور بچوں وخواتین کو مارتا رہا ہے، یہ اس کی درندگی کا دوسرا چہرہ کہا جاسکتا ہے۔ جب کہ سچائی تو یہ ہے کہ فلسطینیوں نے کبھی پہل نہیں کی ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے دفاع میں اسرائیل کو نشانہ بنایا ہے۔ وہ بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کی حفاظت وبازیابی اور اس میں عبادت کے لئے سینہ سپر رہے ہیں اور اسرائیلی فوج کے مظالم سہے ہیں۔ اب جب کہ دونوں فریق کے درمیان لڑائی ختم ہوگئی ہے اس کے باوجود اسرائیل خاموش نہیں بیٹھا ہے اور وہ حماس کو مسلسل دھمکیاں دینے میں مصروف ہے۔ ظاہر ہے اس سے ایک وقت ایسا آسکتا ہے کہ حماس کے لڑاکے مشتعل ہوجائیں اور تکرار پھر جوابی حملوں میں تبدیل ہوجائے۔ اسرائیل کے وزیر اعظم بنجامن نتن یاہو نے کہا ہے کہ اگر حماس نے سیز فائر کی خلاف ورزی کی تو حماس پر حملے پہلے سے زیادہ شدید ہوں گے۔ رعونت سے پر انداز میں ان کی یہ تازہ دھمکیاں نئی بات نہیں ہے، وہ پہلے بھی بارہا اس طرح کی اشتعال انگیز لہجے کا استعمال کر چکے ہیں۔

مبصرین کا خیال ہے کہ حالیہ اسرائیل فلسطین تنازع کو ختم کرانے کے لئے امریکہ کی جانب سے جس طرح کی پیش قدمی کی امید تھی وہ نہیں ہوئی۔ اسرائیل کے شدید حملوں پر امریکی صدر جو بائیڈن کی پراسرار خاموشی نے کئی سوالات جنم دیا ہے اور ان کے رول سے شبیہ مشکوک بنی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ امریکہ نے جنگ کے دوران دونوں فریق سے کشیدگی کے خاتمے پر زور دیا اور امن قائم کرنے کی عام تلقین کی۔

لیکن اس کا اسرائیل پر کوئی اثر نہیں ہوا، بلکہ اس نے اور شدید حملے جاری رکھے۔ یہاں تک کہ مصر اور جارڈن کی جانب سے ثالثی اور مصالحت کے عمل نے اسرائیل کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا اور جنگ کو روکا جاسکا۔ اس کے بعد بعض امریکی بیانات سے بھی کھل کر اسرائیل کی حمایت کا اندازہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اب اقوام متحدہ میں پاس کی گئی ایک قرارداد یعنی غزہ حملوں کی پاداش میں اسرائیل کے خلاف جنگی جرائم کے ارتکاب کی تحقیقات کو بھی امریکہ کی جانب سے مسترد کردیا گیا۔ امریکہ نے کہا ہے کہ ''اس سے خطے میں ہونے والی حالیہ پیش رفت کے لئے خطرات پیدا ہوگئے ہیں''۔ لہٰذا ان سب باتوں سے اب کیا مطلب نکالا جائے؟۔ انہوں نے ایک جانب لڑائی روکنے کی بات کہی؛ لیکن اسرائیل کو کٹگھرے میں کھڑا کرنے کا وقت آیا تو اس کے لئے ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے؟ جب کہ اس سے قبل جنگ بندی کے موقع پر امریکی صدر بائیڈن نے کہا تھا کہ ''میرا یقین ہے کہ اسرائیل فلسطینی دونوں ہی یکساں طور پر محفوظ اور پر امن زندگی گزارنے کے مستحق ہیں اور برابری کے درجے پر آزادی، خوشحالی اور جمہوری اقدار کے بھی مستحق ہیں۔ میرے خیال سے ہمارے پاس پیش رفت کرنے کا یہ ایک حقیقی موقع ہے اور میں اس کے لئے مزید کام کرنے لئے پرعزم ہوں۔'' ان کا یہ بیان اگر یو این ایچ آر سی کی منظور کردہ تجویز کو مسترد کرنے کی روشنی میں دیکھا جائے تو کئی سوالوں کو جنم دیتا ہے۔ امریکہ کو چاہئے کہ ریشہ دوانیوں میں اس کی حمایت کرنے کا کام نہ کرے، جس سے کہ اس کی ایک معتبر شبیہ کو نقصان پہنچے۔ بائیڈن سے مسلم ممالک کو وسیع امیدیں وابستہ ہیں اور وہ فلسطین کے کام پر امریکہ کے مثبت اور منصفانہ رول کے منتظر ہیں۔

Scanned with CamScanner

بچوں میں تحصیل زبان سے متعلق نفسیاتی نظریات

آفاق ندیم خان

بچوں میں زبان کی تحصیل اور نشو ونما کیسے ہوتی ہے؟ اس تعلق سے علم نفسیات کے شعبے میں مختلف ماہرین نفسیات نے اپنی تحقیقات کی روشنی میں مختلف نظریات پیش کیے ہیں۔ نفسیات کے شعبے میں بچوں میں تحصیلِ زبان کے تعلق سے چار نظریات بہت اہمیت کے حامل مانے جاتے ہیں۔ یہ نظریات بالترتیب وقوفی (Cognitivist)، برتاوی (Behaviourist)، تعاملی (Interactionist) اور مقامی (Nativist) نظریات ہیں۔ ان نظریات میں نوم چومسکی کا مقامی نظریہ شعبہ نفسیات میں سب سے زیادہ مقبول اور معروف ہے۔ نوم چومسکی سے پہلے مختلف ماہرین نفسیات جس میں جین پیاجے، وائیگوٹسکی، اسکینر، بینڈورا اور برونز کا نام کافی اہمیت کا حامل ہے، انھوں نے بچوں میں زبان کی تحصیل اور نشو ونما کے تعلق سے اپنے نظریات پیش کیے ہیں۔ اس مضمون میں جین پیاجے، وائیگوٹسکی اور اسکینر کے نظریات کا عمومی جائزہ پیش کرتے ہوئے نوم چومسکی کے نظریے کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مضمون کا مقصد والدین، سرپرست بشمول زبان کے معلم اور بچوں کی تعلیم وتربیت سے منسلک افراد کو تحصیلِ زبان کے مختلف عوامل کا ادراک کرانا ہے جس سے کہ وہ بچوں کی زبان کی تحصیل اور نشو ونما میں اپنا کلیدی کردار ادا کر سکیں۔

جین پیاجے کا نظریہ: جین پیاجے (1980-1896) ایک مشہور ماہر نفسیات تھے جن کا تعلق سوئٹزرلینڈ سے تھا۔ وہ علم الحیوانات میں تربیت یافتہ تھے۔ جب وہ الفرڈ بنے کی تجربہ گاہ میں ذہانتی آزمائش پر کام کر رہے تھے اس وقت ہی انھوں نے بچوں کی وقوفی نشو ونما پر بھی کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ 1922-23 کا زمانہ تھا۔ انھوں نے 1923 سے 1932 کے درمیان پانچ کتابیں شائع کیں جس میں انھوں نے وقوفی نشو ونما کے نظریات کو پیش کیا۔ وقوفی نشو ونما سے مراد ایسے عوامل سے ہے جس میں غور وفکر، ادراک اور مسئلے کو حل کرنے کی صلاحیت شامل ہوتی ہے۔ عام زبان میں وقوفی عمل کو ذہنی عمل کہتے ہیں۔ وقوفی نشو ونما سے مراد قوت تفہیم، قوت حافظہ، قوت استدلال اور ذہانت وغیرہ کی نشو ونما سے ہے۔ وقوف وہ ذہنی شے ہے جس کے ذریعے کسی چیز، امر واقع یا حالات کی تفہیم ہوتی ہے یا علم حاصل ہوتا ہے۔ اس زمرے میں ادراک، استدلال، تصورات اور قوت فیصلہ جیسے ذہنی عوامل شامل ہوتے ہیں۔ پیاجے کا نظریہ تھا کہ زبان کی نشو ونما کا براہ راست تعلق انسان کی وقوفی نشو ونما سے ہے۔ پہلے خیالات کی تشکیل ہوتی ہے اس کے بعد زبان کی تحصیل ہوتی ہے۔ یعنی بچے کے آس پاس جو بھی افراد، اشیا یا چیزیں ہوتی ہیں ان کے بارے میں اس کا خیال اس کے ذہن میں تشکیل پا چکا ہوتا ہے، لفظوں کا استعمال کر کے اپنے خیالات کا اظہار بچہ بعد میں سیکھتا ہے۔ جیسے بچہ گلاس کو منھ سے لگاتا ہے، فون کو کان سے لگاتا ہے، ٹوپی کو سر سے لگاتا ہے، جوتے میں پیر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، وغیرہ۔ یعنی اس کے عمل سے اس کے خیالات کا ظہور ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کی زبان کی نشو ونما ابھی ناپختہ ہے اس لیے وہ اپنے خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر ہوتا ہے۔ پیاجے کے مطابق زبان کی نشو ونما وقوفی نشو ونما سے بالکل منفرد اور آزاد ہے۔ یعنی زبان کی نشو ونما کا اثر وقوفی نشو ونما پر نہیں ہوتا ہے بلکہ وقوفی نشو ونما کا اثر زبان کی نشو ونما پر مرتب ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم بچوں کی زبان کی نشو ونما کو رفتار فراہم کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں اس کی وقوفی نشو ونما کرنی ہوگی۔

وائیگوٹسکی کا نظریہ: وائیگوٹسکی (1934-1896) کا شمار شعبہ نفسیات میں ایک تشکیلی مفکر کے طور پر کیا جاتا ہے۔ ان کا تعلق روس سے تھا۔ انھوں نے انسانی ثقافت اور حیاتی سماجی نشو ونما کا نظریہ پیش کیا۔ وائیگوٹسکی بچوں کی وقوفی نشو ونما میں سماج اور اس کے ثقافتی تعلقات کے درمیان تعامل کو بہت اہم مانتے ہیں۔ پیاجے کی طرح وائیگوٹسکی یہ مانتے تھے کہ بچے علم کی تخلیق خود کرتے ہیں لیکن ان کے مطابق وقوفی نشو ونما علیحدہ طور پر نہیں ہو سکتی ہے بلکہ یہ زبان کی نشو ونما، سماجی نشو ونما حتیٰ کہ جسمانی نشو ونما کے ساتھ ساتھ سماجی-ثقافتی ماحول کے ضمن میں ہوتی ہے۔ ان کا نظریہ تھا کہ عمر کے ابتدائی دو سال میں خیالات اور زبان بالکل علیحدہ ہوتے ہیں، دونوں کا ایک دوسرے سے براہ راست تعلق نہیں ہوتا ہے۔ یعنی خیالات اور زبان ایک دوسرے سے آزاد ہوتے ہیں۔ دو سال کے بعد دونوں کا ایک دوسرے میں انضمام ہو جاتا ہے۔ ایسا ہونے پر زبان کی نشو ونما کا اثر انسان کی وقوفی نشو ونما کو متاثر کرتا ہے۔ وائیگوٹسکی نے خودکلامی کو بہت اہمیت کا حامل بتایا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بچہ خودکلامی کر کے خود کو ہدایت دیتا ہے۔ وہ خود ہی اپنی سرگرمیوں کی ہدایت کاری کرتا ہے۔ کھیلتے وقت، پڑھتے وقت، کھانا کھاتے وقت خود سے بات کر کے اپنے عمل کو بہتر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وائیگوٹسکی نے پیاجے کی اس بات کی تائید کی کہ وقوفی نشو ونما کے لیے زبان کی نشو ونما ناگزیر ہے۔ لیکن اس بات سے انکار کیا کہ زبان کی نشو ونما وقوفی نشو ونما پر منحصر ہوتی ہے۔ وائیگوٹسکی کے مطابق زبان کی نشو ونما وقوفی نشو ونما پر منحصر نہیں ہوتی ہے بلکہ وقوفی نشو ونما زبان کی نشو ونما پر منحصر ہوتی ہے۔ اس کا مطلب ہے اگر ہم بچوں کی وقوفی نشو ونما کو رفتار فراہم کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں اس کی زبان کی نشو ونما کرنی ہوگی۔ زبان کی نشو ونما کے لیے بچے کو یہ موقع فراہم کرنا چاہئے کہ وہ سماج اور اس کے ثقافتی تعلقات کے درمیان تعامل میں سرگرم ہو کر شریک ہو۔ ایسے بچے جنھیں مثبت سماجی اور ثقافتی مواقع حاصل ہوتے ہیں ان میں زبان کی نشو ونما کی رفتار زیادہ ہوتی ہے۔

اسکینز کا نظریہ: اسکینز (1990-1902) ایک امریکی ماہر نفسیات تھے، انھوں نے اکتساب کا عملی مشروط نظریہ پیش کیا۔ اس نظریے کے مطابق جب کسی عمل کے بعد کوئی تقویت فراہم کرنے والا محرکہ ملتا ہے تو اُس عمل کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان کے مطابق زبان کی نشو ونما میں بھی تقویت کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ جب بچہ زبان کا استعمال کرنا سیکھتا ہے اس وقت اگر اسے تقویت فراہم کی جائے تو زبان سیکھنے کی رفتار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسکینر نے بتایا کہ بچے چیزوں کو اس کے مفہوم کے ساتھ مربوط کرتے ہیں۔ انھوں نے زبان کی نشو ونما کے تعلق سے اپنی کتاب Behaviour''Verbal میں اپنا نظریہ پیش کیا۔ اسکینر کے مطابق عمل کرنا مخلوق کی حیاتیاتی جبلت ہے۔ جب اسے کوئی حیاتیاتی یا ماحولیاتی ضرورت، جسے نفسیات کی زبان میں محرکہ یا تحریک کہتے ہیں، محسوس ہوتی ہے تو وہ خود بہ خود سرگرم ہو جاتا ہے۔ عمل کے نتیجے کے طور پر حاصل کامیابی سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔ تقویت سے سیکھنے کا عمل تیز ہوتا ہے اور سیکھنے والا بہت جلد سیکھ جاتا ہے۔ مختلف تجربات سے حاصل حقائق کی بنیاد پر اسکینر نے تحصیل زبان سے متعلق اپنا نظریہ پیش کیا۔ یہ نظریہ زبان سیکھنے کے لیے محرکہ (Stimulus) کی جگہ تحریک (Motivation) کو ضروری مانتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے بچوں کو بولنے، پڑھنے اور لکھنے کے لیے متحرک کرنا چاہیے۔ ان کے سامنے محرکہ کی صورت میں واضح مقصد رکھنا چاہیے۔ جب بچے کو زبان کا استعمال کرنے سے تسلی بخش نتائج حاصل ہوتے ہیں تو وہ اپنے اس عمل کو بار بار دہراتے ہیں اور بالآخر زبان سیکھ جاتے ہیں۔ اسکینر نے اس نظریے کی بنیاد پر سلسلہ وار تدریس (InstructionProgrammed) کو فروغ دیا جو زبان سیکھنے میں بہت معاون ہے۔ اس طرح کی تدریس میں سکھائے جانے والے مواد کو چھوٹے چھوٹے مراحل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ صحیح جواب بچوں کے لیے تقویت کا کام کرتے ہیں اور وہ چھوٹے چھوٹے مراحل کو یکے بعد دیگرے سیکھتے ہوئے مکمل مواد کو سیکھ جاتے ہیں۔ متحرک مشروطیت سے بچوں کے طرز عمل میں مطلوبہ تبدیلی لائی جا سکتی ہے، شرمیلے بچوں کی جھجھک کو دور کیا جا سکتا ہے اور کند ذہن بچوں کو پڑھایا اور سکھایا جا سکتا ہے۔

نوم چومسکی کا نظریہ: ابراہم نوم چومسکی 7 دسمبر 1928 کو امریکہ میں پیدا ہوئے۔ مغربی دنیا میں وہ موجودہ زمانے کے ماہر لسانیات، فلسفی، مورخ، سیاسی مصنف کی حیثیت سے کافی مقبول ہیں۔ 92 سالہ نوم چومسکی، میناچوسٹن انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے شعبہ لسانیات کے سبکدوش پروفیسر ہیں۔ اس ادارے سے تقریباً 50 سالوں تک وابستہ رہتے ہوئے اپنی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ چومسکی کو لسانیات میں تولیدی قواعد کے اصول (Grammer Generative of Principle)) اور بیسوی صدی کی لسانیات (Linguistics) کا بانی کہا جاتا ہے۔ 1967 میں انھوں نے نفسیات کے شہرت یافتہ ماہر نفسیات بی۔ ایف اسکینر کی کتاب Verbal Behaviours کی تنقید لکھی جس نے 1950 کی دہائی میں وسیع طور پر قبول کیے جا چکے برتاوی نظریہ کو چیلنج کیا۔ اس سے انھیں کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ چومسکی کے نظریے کے بعد نفسیات کے شعبے میں وقوفی نظریے میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ اس سے نہ صرف نفسیات کا مطالعہ اور تحقیق متاثر ہوئی بلکہ لسانیات، عمرانیات اور مطالعہ انسانیات میں بھی انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

چومسکی نے تحقیق کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ زبان انسان کی خداداد (Innate) صلاحیت ہے۔ ان کی مشہور تصنیف زبان اور ذہن (Mind&Language) 1972 میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے ذریعے چومسکی نے زبان سیکھنے کے نظریے پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے اپنی کتاب میں تحریر کیا کہ جب ہم انسانی زبان کا مطالعہ کرتے ہیں تو دراصل ہم انسانی جوہر (essenceHuman) کے قریب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ انسانی جوہر دماغ کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک ہے جنھیں تا حال ہم جان سکے ہیں اور یہ امتیازی خصوصیت انسانوں کو دوسروں سے جدا کرتی ہے۔ یعنی انسان اس بے مثل خصوصیت کا تنہا حامل ہے۔ چومسکی کے مطابق تمام چیزوں میں زبان کی امتیازی خصوصیت ہے جو صرف انسانوں تک ہی محدود ہے۔ چومسکی کے نظریے کے مطابق تمام زبانوں کی بنیاد ایک ہی ہے۔ ان کے مطابق بچوں کا لفظ یا زبان سیکھنا تقلید اور تحریک پر محیط ضرور ہے لیکن تقلید اور تحریک دونوں ہی بچوں کے ذریعے لفظوں کو سیکھنے کے عمل کو بہتر طریقے سے وضاحت نہیں کرتے ہیں۔ چومسکی اپنے نظریہ کی وضاحت ایک عددی ماڈل کے ذریعے پیش کرتے ہیں۔

چومسکی کا خیال ہے کہ ہر بچے میں ایک تعمیر شدہ نظام (System In-Built) ہوتا ہے جسے لسانی تحصیلی آلہ (DeviceAcquisitionLanguage-LAD) کہتے ہیں۔ اس کی ساخت ایسی ہوتی ہے کہ بچہ زبان کا ترتیبی عمل کر سکتا ہے، گفتگو کو سمجھ سکتا ہے اور اسے بول بھی سکتا ہے۔ چومسکی نے اپنے نظریے کی وضاحت کے لیے ایک ماڈل پیش کیا۔ ماڈل کے مطابق LAD کوئی جسمانی اعضا نہیں ہے بلکہ ایک قیاس (Analogy) ہے۔ بچہ جو کچھ بھی سنتا ہے اسے LAD کے ذریعے سمجھتا ہے، اسے دوبارہ بول سکتا ہے اور نئے الفاظ بھی بول سکتا ہے۔ دراصل LAD ایک مفروضاتی تصور ہے۔ انسان کے دماغ میں کوئی ایسا گوشہ یا آلہ (Device) نہیں ہوتا جس کے استعمال سے زبان سیکھی جا سکے بلکہ یہ ان لاکھوں کروڑوں عملیات کی تشریح وتوضیح میں مددگار ہے جو انسان کے دماغ میں ہوتے ہیں اور جو انسان میں زبان کے سیکھنے اور سمجھنے کی قوت پیدا کرنے میں معاون ہیں۔ چومسکی نے اپنا یہ نظریہ 1950 کی دہائی میں پیش کیا۔ انھوں نے ایک وسیع نظریہ مرتب کیا جسے آفاقی قواعد (Universal Grammer) کہا جاتا ہے۔ یہ نظریہ انسان میں زبان سیکھنے کے عمل کی وضاحت پیش کرتا ہے۔

چومسکی کے مطابق ہر بچے میں لسانی تحصیلی آلہ (LAD) کی خداداد قوت پیدائش کے ساتھ ہی وجود میں آتی ہے اور اس میں زبان کے بنیادی اصول پائے جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں بچے زبان کے اصول وضوابط کی استعداد کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں انھیں صرف الفاظ کا ذخیرہ حاصل کرنے کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ اس نظریے کی وکالت کرتے ہوئے چومسکی نے کچھ ثبوت بھی پیش کیے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ بنی نوع انسان کی زبان بنیادی طور پر ایک جیسی ہے۔ مثلاً ہر زبان میں فاعل، فعل، مفعول (ObjectVerb,Subject,) ہی ہوتے ہیں اور ہر ایک زبان میں چیزوں کو منفی یا مثبت میں پیش کرنے کی خوبی ہوتی ہے۔ چومسکی نے یہ بھی دریافت کیا کہ جب بچے بولنا سیکھ رہے ہوتے ہیں تو وہ غلطیاں نہیں کرتے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ انھوں نے مثال کے ذریعے بتایا کہ بچے یہ سمجھ رکھتے ہیں کہ سبھی جملوں کی ایک ساخت ہوتی ہے جس میں فاعل، فعل، اور مفعول ہوتے ہیں اور بچے یہ اس وقت بھی سمجھتے ہیں جب وہ مکمل جملے نہیں بول پاتے ہے۔

اپنے تجربات کی بنیاد پر چومسکی نے یہ بتایا کہ روانی کے ساتھ زبان کا استعمال کرنے کی سطح سے پہلے ہی بچے اپنے ماحول کے لوگوں کی زبان میں قواعد سے متعلق غلطیوں کی نشاندہی کر لیتے ہیں۔ انھوں نے یہ بتایا کہ بچے ان الفاظ میں بھی قواعد کے اصول کو نافذ کرتے ہیں جن کے سلسلے میں قواعد کے اصول مستثنیٰ (Exception) ہیں۔ مثال کے طور پر ہر بچہ ملک کی جمع ملکوں اور کتاب کی جمع کتابیں بتاتا ہے۔ جب کہ قواعد کے اصول کے تحت یہ غلط ہے (اصولاً ملک کی جمع ممالک اور کتاب کی جمع کتب ہے۔) لیکن بچے کا یہ بتانا آفاقی قواعد کے مطابق ہے۔ (بقیہ صفحہ/۱۴ پر)

تجارت کے شرعی اصول

مفتی تنظیم عالم قاسمی، حیدرآباد

عقائد وعبادت کی طرح معاملات بھی دین کا ایک اہم شعبہ ہے، جس طرح عقائد اور عبادات کے بارے میں جزئیات واحکام بیان کئے گئے ہیں، اسی طرح شریعت اسلامی نے معاملات کی تفصیلات بھی بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے، حلال وحرام، مکروہ اور غیر مکروہ، جائز اور ناجائز مال کے مکمل احکام قرآن وحدیث میں موجود ہیں اور شریعت کی دیگر جزئیات کی طرح اس میں بھی مکمل رہنمائی کی گئی ہے، جو لوگ نماز اور روزہ کا اہتمام کرتے ہیں؛ مگر صفائی معاملات اور جائز وناجائز کی فکر نہیں کرتے، وہ کبھی اللہ کے مقرب نہیں ہو سکتے؛ اس لیے تجارت اور کسب معاش کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے جائز اور شرعی اصول کے مطابق انجام دیا جائے تاکہ دنیوی اعتبار سے یہ تجارت نفع بخش ہو اور اخروی اعتبار سے بھی یہ بڑے اونچے مقام اور انتہائی اجر وثواب کا موجب ہو، تجارت اگرچہ دنیا کے حصول اور مالی منفعت کے لیے کی جاتی ہے، تاہم یہ خدا کا فضل ہے کہ زاویہ نگاہ اگر تھوڑا سا تبدیل کر دیا جائے اور تجارت کرنے والے یہ سوچ لیں کہ خدا کا حکم ہے، حلال روزی کی تلاش اور حلال پیسوں کے ذریعے اولاد کی پرورش، بیوی اور والدین کی ضروریات کی تکمیل؛ اس لیے ماتحتوں کے حقوق ادا کرنے اور غریب ونادار افراد کی مدد کرنے کے لیے یہ کاروبار کر رہے ہیں اور پھر وہ کاروبار بھی اسلامی اصول کی روشنی میں کیا جائے تو ایسی تجارت کی بڑی فضیلت آئی ہے اور ایسے افراد کو انبیاء وصلحاء کی معیت کی خوشخبری دی گئی ہے، ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء " (سنن الترمذی) "جو تاجر تجارت کے اندر سچائی اور امانت کو اختیار کرے تو وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا" ایک دوسری روایت میں ہے: "التجار یحشرون یوم القیامۃ فجارًا الا من اتقی وَبَرَّ وصدق " (المعجم الکبیر للطبرانی)

"تجار قیامت کے دن فاسق وفاجر بنا کر اٹھائے جائیں گے؛ مگر جو لوگ تقوی وسچائی اور اچھی طرح سے معاملہ کرے گا وہ اس میں شامل نہیں ہوں گے"

ان دونوں احادیث میں تجارت پیشہ افراد کی بظاہر دو حالتیں بیان کی گئی ہیں: ایک میں ان کی مدح بیان کی گئی ہے تو دوسری میں اس کی مذمت، یہ دراصل تاجر کے الگ الگ قسموں کا بیان ہے، جو تاجر نیک نیت اور صالح ہو، تجارت سے کسب حلال کا ارادہ کرتا ہو، ایسے لوگوں کا حشر بھی اچھا ہوگا اور وہ اپنی نیک نیتی اور صالحیت کی بنیاد پر قیامت کے دن اونچے مقام پر فائز ہوں گے اور جو لوگ تجارت اسلامی اصول سے ہٹ کر انجام دیتے ہیں، حلال وحرام کی تمیز کے بغیر صرف دولت جمع کرنا ان کا مقصد ہوتا ہے، فریب دے کر، جھوٹ بول کر، دغا دے کر، دوسروں کی جیب پر ڈاکہ ڈال کر، بس ایسے تجارت پیشہ افراد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق وفاجر کہا اور ان کا حشر بھی قیامت کے دن بُرے لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

اس لیے اہل علم اور فقہاء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں کامیاب اور نفع بخش تجارت کے لیے چند اصول بیان کیے ہیں، افادہ عام کے لیے نمبر وار ذیل کی سطروں میں ان اصول وضوابط کو لکھا جا رہا ہے:

(۱) کاروبار کو فروغ دینے کے لیے ہمیشہ سچائی اختیار کیجیے؛ جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسمیں کھا کر جو لوگ اپنی تجارت کو فروغ دیتے ہیں، وقتی طور پر اگرچہ نفع معلوم ہوتا ہے؛ مگر درحقیقت ایسی کمائی اور ایسی تجارت سے برکت اٹھالی جاتی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"فان صدقا وبینا بورک لھما فی بیعھما وان کتما وکذبا محقت برکۃ بیعھما" (صحیح بخاری) "خریدنے اور بیچنے والے اگر سچائی سے کام لیں اور معاملے کو واضح کر دیں تو ان کی خرید وفروخت میں برکت دی جاتی ہے، اور اگر دونوں کوئی بات چھپالیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے کاروبار سے برکت اٹھالی جاتی ہے" ایک دوسری روایت میں ہے: "قیامت کے روز اللہ تعالی تین شخصوں سے نہ بات کرے گا، نہ اس کی طرف منہ اٹھا کر دیکھے گا اور نہ اس کو پاک صاف کر کے جنت میں داخل کرے گا (اس میں سے ایک) جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے کاروبار کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے" (صحیح مسلم) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا: "اپنا مال بیچنے کے لیے کثرت سے جھوٹی قسمیں کھانے سے بچو! یہ چیز وقتی طور پر تو فروغ کی معلوم ہوتی ہے؛ لیکن آخر کار کاروبار سے برکت ختم ہو جاتی ہے" (صحیح مسلم) ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سودا بیچنے والوں کو جھوٹی قسمیں کھانے اور جھوٹ بولنے سے مکمل طور پر احتیاط کرنا چاہیے، جھوٹ کا سہارا لینا خریدار کو دھوکہ دینا اور دھوکہ دہی بڑے گناہ اور فسادِ عظیم کا باعث ہے جس سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے۔

(۲) مال کا عیب چھپانے اور خریدار کو فریب دینے سے پرہیز کیجیے، بسا اوقات مال بیچنے والے نقلی مال اصلی بتا کر بیچتے ہیں اور کبھی مال کے عیوب کو چھپا لیتے ہیں، اس طرح مال فروخت کرنے پر وہ اپنے آپ کو ہوشیار، چالاک اور بہت عقلمند تصور کرتے ہیں، یاد رکھیے! یہ عقلمندی نہیں، انتہائی گھاٹے کا سودا ہے، یہ لوگ دنیا وآخرت دونوں جگہ خسارے میں رہیں گے۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس ڈھیر میں ڈالا تو انگلیوں پر کچھ تری محسوس ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلے والے سے پوچھا یہ کیا ہے؟ دوکان دار نے کہا: یا رسول اللہ! اس ڈھیر پر بارش ہو گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم نے بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہیں رکھ دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے، جو شخص دھوکہ دے، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں" (صحیح مسلم) شریعت کی رو سے تجارت کا اہم اصول یہ ہے کہ مال کا کوئی عیب نہ چھپایا جائے، صاف صاف تمام چیزیں بیان کر دی جائیں، ایسے ہی کاروبار میں غیب سے برکت نازل ہوتی ہے اور وہ کاروبار فروغ پاتا ہے۔

(۳) کاروبار میں ہمیشہ دیانت وامانت اختیار کیجیے، مال اچھا ہے تو اچھا بتائے اور خراب ہے تو اس کی بھی وضاحت کر دیجیے، کبھی کسی کو خراب مال دے کر یا مجبوری کے وقت عرف وعادت سے زیادہ نفع لے کر اپنی حلال کمائی کو حرام نہ بنائے، حرام رزق ساری برائیوں کی جڑ ہے؛ اس لیے تھوڑا کمائے؛ مگر حلال اور طیب مال حاصل کرنے کی کوشش کیجیے، سچے اور امانتدار تاجروں کی حدیث میں بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۴) ناپ تول میں کمی نہ کیجیے، تجارتی معاملات میں یا عام لین دین حق دار کو اس کے حق سے کم دینا ہلاکت اور خسارہ کا باعث ہے، قرآن نے خاص طور پر اس سے دور رہنے کی ہدایت دی ہے، اور ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو اللہ کے غضب سے بچنے کی تلقین کی:

وَیل لِّلمُطَفِّفِینَ ٥ الَّذِینَ اِذَا اکتَالُوا عَلَی النَّاسِ یَستَوفُونَ ٥ وَاِذَا کَالُوھُم اَوْوَّزَنُوھُم یُخسِرُونَ ٥ اَلا یَظُنَّ اُولٰئِکَ اَنَّھُم مَّبعُوثُونَ ٥ لِیَومٍ عَظِیمٍ ٥ یَومَ یَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ العَالَمِینَ (المطففین : ۱ – ۶) "تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں پورا پورا لیتے ہیں، جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انھیں کم دیتے ہیں، کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن یہ اٹھا کر لائے جانے والے ہیں، اس دن کہ سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے"

اپنا حق کسی کے ذمہ ہو تو اسے حق سے زیادہ وصول کرنا اور دوسروں کا حق اپنے اوپر ہو تو حق سے کم دینا، یہ عام ذہن اور عام سوچ ہے؛ مگر یہ سوچ اور یہ طریقہ کار درست نہیں ہے، یہ طریقہ اور انداز غیر شرعی اور ناپسندیدہ ہے، ایسے افراد کے لیے تباہی اور ہلاکت ہے، ظاہر ہے جس کام میں خیر کا کوئی پہلو نہیں ہے وہ ہر اعتبار سے بُرا اور قابل نفرت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کم تولنے کے بجائے جھکتا تولنے کی نصیحت فرمائی ہے:

"زِن وارجح" (ترمذی) "جب تم وزن کیا کرو تو زیادہ کرو"

دوسرے موقع پر فرمایا: "اذا وزنتم فارجحوا" (ابن ماجہ) "جب تم وزن کرو تو زیادہ کرو"

(۵) تجارت کرنے کے ساتھ حقوق اللہ کی ادائیگی کا خاص خیال رکھا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کاروبار میں ڈوب کر خدا سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے، ایسے کاروبا میں کبھی اللہ کی رحمت نازل نہیں ہو سکتی، تجارت یقیناً اچھی چیز ہے؛ مگر اس کے حدود میں رہتے ہوئے یہ کیا جائے، ضرورت سے زیادہ اس میں مشغولیت ہلاکت اور موجب خسارہ ہے؛ اس لیے علماء اور اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ جب کبھی ایسا موقع آئے کہ ایک طرف معاشی تقاضے ہوں اور دوسری طرف دینی تقاضے تو ایک مومن کو چاہیے کہ معاشی تقاضے کو چھوڑ کر دینی تقاضے کی طرف دوڑ پڑے، اگر ایسا کیا تو دنیوی واخروی دونوں اعتبار سے وہ کامیاب ہوگا۔

اسی طرح تجارت پیشہ افراد کو چاہیے کہ ہاتھ پاؤں کاروبار میں مشغول رکھیں اور اپنے دل ودماغ کو خدا کی یاد میں بسائے رکھیں، ان کی توجہ ہر آن خدا کی طرف لگی ہوئی ہو، جب کبھی اذان ہو فوراً مسجد کی طرف دوڑ پڑیں، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے خدا کی حمد وثنا اور عظمت وکبریائی کے کلمات زبان سے نکل رہے ہوں۔

معاش کی اہمیت مومن کو اس دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ یہی سب سے بڑی چیز ہے اور یہی زندگی کا اصل مسئلہ ہے؛ بلکہ وہ خدا کی رحمت اور اس کے اخروی انعام کو ہی اصل اور سب سے بڑی چیز سمجھیں اور کسی بھی حال میں دنیا سے لَو نہ لگائیں۔

حضراتِ صحابہ تجارت کرتے مگر جب بھی اللہ کا حق سامنے ہوتا وہ تجارت کو چھوڑ کر اس کی ادائیگی میں مشغول ہو جاتے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "کان القوم یتبایعون ویتجرون ولکنھم اذا نابھم حق من حقوق اللہ لم تلھھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ حتی یودوہ الی اللہ" (صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب التجارۃ فی البر) "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خرید وفروخت کرتے، تجارت کرتے تھے؛ لیکن جب انھیں اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق پیش آتا تو تجارت اور بیع اللہ کے ذکر سے نہ روک سکتی، تا آں کہ وہ اللہ کے حق کو ادا کر دیتے" "صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی ہمارے لیے قابلِ تقلید ہے، جن کی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص تربیت فرمائی تھی، ان میں ایمان اتنا راسخ تھا کہ ایمانی تقاضوں پر کسی شئی کا غلبہ نہیں ہو سکتا تھا، وہ وہی کرتے جس کا مطالبہ ایمان کی جانب سے ہوتا، دنیا اور دنیا کی خواہشات نے کبھی ان کے دل ودماغ کو آلودہ نہیں کیا، یقیناً ہمارے لیے ان کی زندگی میں ہزار عبرتیں پوشیدہ ہیں۔

(۷) اپنے مال میں غریبوں کا حق تسلیم کیجیے، اگر آپ صاحبِ نصاب ہیں تو مکمل حساب وکتاب کر کے زکوۃ نکالیے اور صاحبِ نصاب نہیں ہیں تو بھی فقراء ومساکین کو خدا کے نام پر کچھ نہ کچھ دیتے رہیے، صدقہ وخیرات کی عادت ڈالیے، کسی سائل کو اپنے در سے محروم نہ کیجیے اور نہ اسے ڈانٹیے اور بُرا بھلا کہیے، کیا معلوم اللہ تعالی کب کس کی زبان سے نکلی ہوئی بات قبول کر لے، وہ شخص خوش ہوگا تو اس کی زبان سے دعائیں نکلیں گی اور نہ دینے پر ناراض ہوگا اور وہ بد دعا کرے گا؛ اس لیے بہتر ہے کہ در پر آنے والا جیسا بھی ہو اسے خالی واپس نہ کریں، اسی طرح دینی اداروں اور ملی کاموں میں بھی مالی تعاون کے ذریعہ حصہ لے کر اپنی اجتماعی حوصلہ مندی اور دین کے لیے سب کچھ قربان کرنے کا ثبوت دیجیے۔

(۸) خریداروں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا معاملہ کیجیے، اچھے اخلاق، اچھی زبان اور میٹھے الفاظ کے ذریعہ خریداروں کو اعتماد میں لیا جا سکتا ہے، ان کا اعتماد جب آپ پر ہو جائے گا تو دوسری دکانوں کے بجائے وہ آپ کے پاس ہی آئیں گے، ایسے وقت کاروبار کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ان کے ساتھ خیر خواہی کریں، کم سے کم نفع پر مال دے کر اچھے اخلاق کا ثبوت دیں، ان کو کبھی دھوکہ نہ دیں، اگر کبھی وہ آپ سے ادھار مانگیں تو اپنی گنجائش کے مطابق انھیں مایوس نہ کیجیے اور ادھار دینے کے بعد مطالبہ کے وقت سخت لب ولہجہ استعمال نہ کیجیے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"رحم اللہ رجلا سمحا اذا باع واذا اشتری واذا اقتضی" (صحیح البخاری) "خدا اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید وفروخت اور تقاضا کرنے میں نرمی اور خوش اخلاقی سے کام لیتا ہے" ایک موقع پر یہ بھی فرمایا: "من سرہ ان ینجیہ اللہ من کرب یوم القیامۃ فلینفس عن معسر او یضع عنہ" (صحیح مسلم) "جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ خدا اس کو روزِ قیامت کے غم اور گھٹن سے بچائے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست قرض دار کو مہلت دے یا قرض کا بوجھ اس کے اوپر سے اتار دے، یعنی معاف کر دے۔" (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

Scanned with CamScanner

کیااسرائیل میں ''رعام'' پارٹی کنگ میکر بن سکتی ھے

ہریندر مشرانمائندہ بی بی سی یروشلم

حال ہی میں جب اسرائیل حماس کے ساتھ نبرد آزما تھا تو کسی کو بھی یہ امید نہیں تھی کہ کچھ دنوں میں قومی اتحاد کی ایک انوکھی حکومت تشکیل دی جاسکتی ہے جس میں دائیں بازو، سینٹرسٹ اور بائیں بازو یعنی مختلف مکتبہ فکر کی جماعتیں تو شامل ہوں گی ہی ساتھ میں ایک عرب پارٹی بھی اس میں اہم کردار ادا کرے گی۔ یہ اسرائیل میں پیدا ہونے والا ایک ایسا نادر موقع ہے جو ۱۹۴۸ء میں اس کی تشکیل کے بعد سے اب تک ناقابل تصور تھا۔

سیاسی عدم استحکام سے گزرنے والے اسرائیل میں کچھ عرصے سے اس بات کے امکانات نظر آرہے تھے لیکن حالیہ تناؤ ایک بڑی رکاوٹ بن گیا اور ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ یہ خیال بس خواب ہی رہ جائے گا۔ اگر اس قسم کی کوئی حکومت بنتی ہے اور اسے اسرائیلی پارلیمنٹ منظور کر لیتی ہے تو یقینی طور پر یہ معاشرتی سطح پر شدید طرح سے منقسم خطے کے لیے ایک بہت اہم پیش رفت اور تجربہ ثابت ہوگا۔ اس مخلوط حکومت کے بارے میں خاص بات یہ ہوگی کہ اس میں شامل ہر فریق کی اپنی ایک خاص اہمیت ہوگی اور سب کا تعاون لازمی ہوگا۔

منصورعباس حکومت میں شامل ہوں گے: ۱۲۰ررکنی اسرائیلی پارلیمنٹ میں صرف ۶۱ر ارکان کی حمایت سے تشکیل دی جانے والی حکومت کے لیے ہر آنے والا دن مشکل ہے۔ واضح رہے کہ حکومت میں شامل عرب پارٹی ''رعام'' یا یونائیٹڈ عرب پارٹی باہر سے حکومت کی حمایت نہیں کر رہی ہے بلکہ اس کا ایک حصہ ہے۔ اسرائیلی اخبار ہیرٹز کے ایک صحافی انشل فیفر نے اپوزیشن لیڈر ریائرلیپڈ کی جانب سے صدر ریوون ریولن کو حکومت سازی کے لیے ضروری حمایت حاصل کر لینے کی خبر دینے سے کچھ گھنٹے قبل ٹویٹ کیا: ''آج رات اور اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کے دن تک خواہ کچھ بھی ہو یہ ایک تاریخی تصویر ہے۔ ایک عرب-اسرائیلی پارٹی کے رہنما اور ایک یہودی-قوم پرست جماعت کے رہنما مل کر حکومت میں شامل ہونے کے معاہدے پر دستخط کر رہے ہیں۔'' انھوں نے ٹویٹ کے ساتھ رعام پارٹی کے سربراہ منصور عباس کی ایک تصویر بھی پوسٹ کی جس میں وہ دائیں بازو کی یامینا پارٹی کے رہنما نفتالی بینیٹ اور سینٹرسٹ پارٹی لیش عتید کے یائرلیپڈ کے ساتھ اتحاد کے معاہدے پر دستخط کرتے نظر آرہے ہیں۔

عرب رہنما کی پہلی بار شرکت: یہ تصویر جمعرات کو ملک میں بحث کا موضوع بن گئی اور تمام ذرائع ابلاغ ''تاریخی لمحے'' کے بارے میں بات کرنے لگے۔ اس سے قبل کسی نے بھی کسی عرب رہنما یا پارٹی کا اسرائیلی حکومت میں شامل ہونے کا تصور نہیں کیا تھا۔ اس اہم کارنامے کے ساتھ ہی اسرائیل میں ایک پُرامید رویہ دیکھا جاتا ہے۔ گلیوں اور میڈیا میں بھی جوش وخروش پایا جاتا ہے۔ لوگوں کو احساس ہے کہ یہ کوئی آسان تجربہ نہیں ہے لیکن آبادی کا بڑا حصہ اس کے بارے میں سازگار رویے کا اظہار کر رہا ہے۔ اسی کے ساتھ اس نئی پیشرفت نے بہت سارے سوالات بھی اٹھائے ہیں۔

نئی حکومت میں شامل رہنما: خاص طور ایسے موضوعات زیر بحث ہیں کہ آخر یہ عرب رہنما کون ہیں جو ٹریک سے ہٹ کا اتنا بڑا فیصلہ کر رہے ہیں۔ کیا یہ حکومت زیادہ دن چل سکے گی؟ اسرائیل کے اندر، علاقائی سیاست اور بین الاقوامی سطح پر اس اتحاد کا کیا اثر پڑے گا؟

عباس ماسٹر ڈگری بھی حاصل کر رہے ہیں: یونائیٹڈ عرب لسٹ یا ''رعام'' کے سربراہ ڈاکٹر منصور عباس پیشے کے اعتبار سے دانتوں کے ڈاکٹر ہیں۔ ۴۷ر سالہ عباس اسرائیل کے شمالی حصے میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ جوانی کے وقت سے ہی سیاست میں سرگرم ہیں اور عبرانی یونیورسٹی میں عرب طلبہ کمیٹی کے چیئرمین رہ چکے ہیں۔ فی الحال وہ حائفہ یونیورسٹی سے پولیٹیکل سائنس میں ماسٹرز کی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر عباس اسلامی تحریک کی جنوبی شاخ کے نائب صدر بھی ہیں اور اگرچہ ان کا تعلق اسرائیل کے شمالی خطے سے ہے لیکن جنوبی علاقوں میں بھی ان کا بول بالا ہے۔ انھیں اسرائیل کے جنوبی علاقوں میں حمایت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے ان کی پارٹی تمام قیاس آرائوں کو مسترد کرتے ہوئے پارلیمنٹ میں جگہ بنانے میں کامیاب رہی۔ اسرائیلی انتخابی قوانین کے مطابق ایک جماعت کو پارلیمنٹ میں شامل ہونے کے لیے کم سے کم ۳٫۲۵ر فیصد ووٹ حاصل کرنا چاہئے۔ اس اصول کو وضع کرنے کا مقصد عرب جماعتوں کو پارلیمنٹ سے دور رکھنا تھا، لیکن اس کی وجہ سے وہ متحد ہو گئے اور پچھلے کچھ انتخابات میں تمام عرب جماعتوں نے مل کر مقابلہ کیا۔ عباس کو باقی عرب جماعتوں سے نظریاتی اختلافات تھے لیکن انھوں نے اسے پس پشت ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ بہت سارے لوگوں نے اس فیصلے کو خودکش فیصلہ قرار دیا اور ابتدائی مرحلے میں ایسا لگتا تھا کہ وہ کم سے کم ووٹ فیصد کے معیار کو بھی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔

اصولوں پر کتنے قائم ہیں: منصور عباس کے قریبی افراد کا کہنا ہے کہ شائستہ مزاج والے عباس اصولی اقدار پر قائم رہتے ہیں چاہے اس کے لیے انھیں کتنی بڑی قیمت کیوں نہ ادا کرنا پڑے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دوسرے عرب قائدین سے جو ان کا اختلاف تھا اس ضمن میں انھیں کامیابی ملے گی، اس کا کسی کو یقین نہیں تھا۔ عباس کا خیال ہے کہ اسرائیل میں عرب آبادی کی ترقی کا تقاضا ہے کہ ان کے قائدین مرکزی دھارے میں شامل یہودی جماعتوں کے ساتھ مل کر کام کریں۔ جب انھوں نے انتخابات سے قبل مقامی میڈیا کو یہ بات کھل کر بتائی تو عرب رہنماؤں نے ان کے خلاف مہم چلائی۔ تاہم وہ اس کو دہراتے رہے اور انھیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ باقی عرب جماعتوں نے ان کی جماعت کو گذشتہ انتخابات میں اپنے اتحاد میں شامل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انتخابی مہم شروع ہونے سے پہلے ہی ڈاکٹر عباس نے اعلان کیا تھا کہ ان کی جماعت پارلیمنٹ میں منتخب ہونے پر عربوں کی ترقی کی شرائط پر راضی ہونے والے کسی بھی مرکزی دھارے کی یہودی جماعت کے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار ہوگی۔

عرب یہودی تعلقات پر اثرات: اس فکر کے تحت وہ وزیراعظم بنیامن نتن یاہو کی حمایت کرنے کے لیے بھی تیار تھے لیکن ان کے اتحاد میں شامل دائیں بازو کی جماعتیں ڈاکٹر عباس کی پارٹی سے ہاتھ ملانے سے گریز کر رہی تھیں۔ اسرائیلی عرب آبادی کو اس کے لیے تیار کرنا اور ان کی حمایت حاصل کرنا ایک ناممکن کام سمجھا جاتا تھا، لیکن ڈاکٹر عباس اس میں کامیاب رہے۔ یہ کامیابی ان لوگوں کے لیے امید کی کرن ہے جو عرب یہودی برادری کے مابین اچھے تعلقات کی حمایت کرتے ہیں۔ عباس اور دوسرے عرب رہنماؤں کی سوچ میں ایک اور بڑا فرق ہے۔ وہ اسرائیلی ہونے سے پریشان نہیں ہوتے اور اپنی شناخت کے بارے میں کھل کر بات کرتے ہیں۔ وہ فلسطینیوں کے ساتھ امن کے حامی ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ایسا کرنے سے عالم اسلام خود بخود اسرائیل کو قبول کرلے گا۔ انھوں نے عرب ممالک کے ساتھ اسرائیل کے حالیہ معاہدوں کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اگر فلسطینیوں کے ساتھ معاہدہ طے پاجاتا ہے تو پھر عرب ممالک کے ساتھ ایک ایک تعلقات جوڑنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ وہ اسلامی تحریک کے چارٹر کے معمار اور مصنف بھی ہیں جو معتدل اسلام کی توثیق کرتے ہیں۔ یہ ایک آزاد خیال ذہنیت کی تحریک کے طور پر ابھری ہے جس میں معاشرتی اصلاحات پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ قومی اتحاد کی حکومت کے قیام کے بارے میں عباس کی بیشتر شرائط اسی سے متاثر ہیں اور انھوں نے اسرائیل کے عرب خطے میں جرائم اور تشدد سے نمٹنے پر زور دیا ہے۔ وہ عرب معاشرے میں جرائم کے خاتمے سے متعلق پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی کے چیئرمین رہے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ وہ اس کام کے بارے میں بہت سنجیدہ ہیں۔

عباس نے اسرائیل کی سیاست میں جگہ کیسے بنائی؟ باخبر ذرائع کے مطابق انھوں نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے خصوصی انتظامات کرنے کی شرط رکھی ہے اور اس کے خاکہ پر تفصیل سے تبادلہ خیال کیا ہے۔ ڈاکٹر عباس نے تمام پیچیدہ معاملات پر توجہ دینے کی بجائے عملی انداز اپناتے ہوئے عرب معاشرے کی داخلی ترقی پر زور دیا ہے۔ ان کی تمام شرائط عرب آبادی کے روزمرہ کے مسائل کے حل اور ان کے معیار زندگی کو بہتر بنانے کے موثر اقدامات سے متعلق ہیں۔ انتخابات کے بعد ایگزٹ پول میں کہا گیا ہے کہ ان کی پارٹی ووٹوں کی کم سے کم فیصد تعداد کو پورا نہیں کرسکے گی لیکن وہ پر اعتماد نظر آئے اور کہتے رہے کہ وہ کامیاب ہوں گے۔ کامیابی ان کے پاس اس طرح آئی کہ انتخابات کے بعد انھیں ''کنگ میکر'' کا خطاب ملا اور بلاشبہ اگر نئی حکومت تشکیل پاتی ہے تو وہ اس کے کنگ میکر ثابت ہوں گے۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ مجوزہ قومی اتحاد کی حکومت متعدد تضادات کا شکار ہے۔ اسرائیلی سیاست کے ہر دھارے کی جماعتیں اس میں شامل ہیں۔ شاید ہی کوئی معاملہ ہو جس پر ان تمام جماعتوں کے مابین اتفاق رائے کا تصور کیا جاسکے۔ ایسی صورتحال میں اس حکومت کے لیے ہر دن کام کرنا ایک چیلنج ہوگا۔ ایک چھوٹی سی چنگاری بھی بڑی آگ کی شکل اختیار کرسکتی ہے اور اس کے گرنے کا سبب بن سکتی ہے۔

نئی حکومت کب تک چلے گی؟ نئی حکومت کی کامیابی کا انحصار اسی بات پر ہوگا جس نے اس وژن کو حقیقت کا روپ دیا ہے۔ سمجھوتہ اس حکومت کی کلیدی اساس ہے اور یہ کب تک قائم رہے گا اس کا انحصار بھی اسی وژن پر ہے۔ تشکیل کے دوران ہر ایک نے جس سلوک کا مظاہرہ کیا ہے اس کو اسی طرح جاری رکھیں گے تو پھر طویل عرصے تک حکومت چلانے کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے۔ ویسے سیاست بے شمار امکانات کا کھیل ہے اور اسرائیلی سیاست بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ نئی حکومت کے قیام کے بعد اقتدار سے محروم ہونے والوں کا حکومت کی جانب راغب ہونے کے امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ دو ہفتے قبل اسرائیل ایک بہت مشکل دور سے گزر رہا تھا۔ اب لگتا ہے کہ وہ زخم مندمل ہو رہے ہیں۔ پہلے ایسا لگنے لگا تھا کہ غزہ میں قائم شدت پسند تنظیم حماس نے اسرائیل میں اپنا اثر ورسوخ مضبوط کر دیا ہے۔ عباس کی اسرائیلی حکومت میں شمولیت اس دعوے کو کسی حد تک کھوکھلا کر دیتی ہے۔ کشیدگی کے دوران عباس نے مخلوط حکومت کے قیام سے متعلق بات چیت بند کر دی تھی۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ اب وہ صرف اپنے حامیوں کے ساتھ ہی آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایسی صورتحال میں حماس کے پورے فلسطینی عوام کی رہنمائی کرنے کے دعوے کو زک پہنچی ہے۔ تاہم اسرائیلی عرب آبادی میں تنوع دیکھا جاسکتا ہے اور حماس کا مشرقی یروشلم میں مضبوط قبضہ بھی دیکھا جاسکتا ہے جبکہ شمالی علاقے جہاں اسرائیلی شہریت کے زیادہ تر عرب رہتے ہیں ان کی سوچ بہت مختلف ہے۔

فلسطینی انتظامیہ پر کیا اثر پڑے گا؟ جہاں تک فلسطینی صدر محمود عباس کی سربراہی میں فلسطینی انتظامیہ کا تعلق ہے تو یہ ان کے لیے خوشخبری ہوسکتی ہے۔ اگرچہ باضابطہ طور پر فلسطینی اتھارٹی نے کہا ہے کہ انھیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اسرائیلی حکومت کی قیادت کون کر رہا ہے اور یہ کہ صرف ان کی پالیسیاں ہی ان کے لیے اہم ہیں۔ لیکن ایک عرب جماعت کا حکومت میں شامل ہونا دو سطحوں پر ان کے لیے فائدہ مند ہے۔ اس سے حماس کی گرفت اور یہ دعویٰ کہ وہ پورے فلسطینی عوام کی نمائندگی کرتا ہے، کمزور ہو جائے گا اور فلسطینی اتھارٹی سے بات چیت کرنا آسان ہوگا۔ ویسے بھی غرب اردن تک محدود ہوجانے کی وجہ سے ان کا اسرائیل پر انحصار بہت زیادہ ہے اور وہ احتجاج کرنے کے ساتھ کسی نہ کسی طرح کا تعاون جاری رکھیں گے۔ مشرق وسطیٰ کے بدلتے سیاسی منظرنامے پر یہ بہت اہم ثابت ہوسکتا ہے۔ حکومت میں شامل ہونے والی ایک عرب پارٹی اسرائیل کی شبیہ کو بہتر بنانے میں کارآمد ثابت ہوسکتی ہے اور یہودی قوم کی عرب اور اسلامی دنیا میں پہچان حاصل کرنے کی کوشش کو تقویت بخش سکتی ہے۔ ایسے عرب ممالک جو اسرائیل کے ساتھ تعلقات بنانے میں پس وپیش کا شکار ہیں ان کے سامنے اسرائیلی وفد میں منصور عباس جیسے قائدین کو پیش کرنا ایک اچھا قدم ہوسکتا ہے۔ اگرچہ اس وقت اس کو محض ایک خیال ہی تصور کیا جانا چاہیے لیکن اسرائیل میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ حالیہ دنوں تک ایک ناقابل تصور خیال ہی تھا۔ موجودہ امریکی صدر جو بائیڈن کی انتظامیہ نے اسرائیل کے بارے میں وہ نرمی نہیں دکھائی ہے جو ٹرمپ حکومت کے دوران تھی۔ اگرچہ امریکہ اسرائیل کے دفاع کے لیے اپنے عہد کا تسلسل سے اظہار کرتا رہا ہے لیکن وہ اسرائیل کی ہر شرط کو قبول کرنے کے لیے تیار نظر نہیں آتا ہے۔ بائیڈن انتظامیہ ایران کے معاملے میں اسرائیل سے متفق نہیں ہے اور اس طرح کے بہت سے معاملات ہیں جن پر دونوں فریقوں کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ نئی اسرائیلی حکومت کی قیادت ایسے دائیں بازو کے رہنما کریں گے جو ان معاملات پر سمجھوتہ کرنے کے متحمل نہیں ہوسکتے ہیں۔ ایسا کرنے سے اس کے حامی بھاگ جائیں گے۔ عباس کا حکومت میں شامل ہونا ان کے لیے پہلے ہی سے خطرے کی علامت ہے۔ ایسی صورتحال میں ان کے لیے بین الاقوامی سطح پر بڑے معاہدے کرنا ناممکن ہوگا۔ امریکی اور یہودی قوموں میں یہ اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ اس بات کی کوشش کی جائے کہ دنیا کے زیادہ سے زیادہ ممالک اسرائیل کو تسلیم کرلیں اور قومی اتحاد کی حکومت اس ایجنڈے کو آگے بڑھا سکتی ہے۔ **(یہ مضمون نگار کے ذاتی خیالات ہیں، ادارہ کا اس سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے)**

Scanned with CamScanner

مدارس کو کمزور نہ ہونے دیں!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

گزشتہ سال ہندوستان میں جب کورونا کی وباء آئی تو مارچ کا مہینہ تھا، اپریل کے مہینہ میں رمضان المبارک شروع ہوگیا اور کئی مہینے شدت کے ساتھ یہ وباء مسلط رہی، کاروبارِ زندگی تھم سا گیا، ملک کی معیشت کو بہت نقصان پہنچا، خاص کر رمضان المبارک اور عیدالفطر کی مناسبت سے جو خرید وفروخت ہوا کرتی تھی، وہ بہت زیادہ متاثر ہوئی، تاجروں کے ساتھ ساتھ ایک بڑا نقصان دینی مدارس کے وسائل کا ہوا، دینی مدارس کی آمدنی کے دو بنیادی ذرائع تھے، ایک: بقرعید میں چرم قربانی، دوسرے: رمضان المبارک میں زکوۃ، چرم قربانی کی آمدنی تو کئی سال پہلے ہی سے ایک حد تک ختم ہوگئی ہے؛ کیوں کہ چمڑے کی قیمت اس قدر گر گئی ہے یا گرادی گئی ہے کہ اب تو وصول کرنے اور منڈیوں کو پہنچانے کے اخراجات چمڑے کی قیمت سے زیادہ ہوجاتے ہیں، یہاں تک کہ بہت سے مدارس نے چرم وصول کرنا چھوڑ دیا ہے۔

گزشتہ سال کے لاک ڈاؤن نے رمضان المبارک کی آمدنی کو بھی غیر معمولی حد تک متاثر کردیا، اس بات کی توقع کی جارہی تھی کہ اس رمضان المبارک میں گزشتہ کمی کی تلافی ہوجائے گی؛ لیکن ہوا یہ کہ اس سال بھی مارچ ہی سے کورونا کی وباء پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ مسلط ہوگئی، اسفار بند ہو گئے، مدارس کے نمائندے اہل خیر کے پاس پہنچنے سے قاصر ہو گئے، عام طور پر تجار زکوۃ ادا کرتے ہیں، ان کی تجارت بھی توقع کے مطابق نہیں ہوئی، نتیجہ یہ ہے کہ اس سال بھی دینی مدارس کو کما حقہ تعاون حاصل نہیں ہوسکا۔

بعض لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ چوں کہ گزشتہ سال سے مدارس بند ہے اور بہ ظاہر اس سال بھی چند ماہ کے بعد ہی کھل سکیں گے؛ اس لئے مدارس کا تعاون کیوں کیا جائے؟ مگر یہ صحیح نہیں ہے، مدارس کے بجٹ کا بڑا حصہ مطبخ اور اساتذہ وعملہ کی تنخواہوں کا ہوتا ہے، اس کے علاوہ بجلی پانی صفائی ستھرائی حفاظتی عملہ ان سب پر اچھی خاصی رقم خرچ ہوتی ہے، ان میں سے صرف مطبخ کے اخراجات اس صورت حال میں کم ہوئے ہیں، بقیہ سارے اخراجات اپنی جگہ قائم ہیں؛ اس لئے یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ مدارس کو اس وقت تعاون کی ضرورت نہیں ہے۔

ضرورت ہے کہ مسلمان مدارس کی اہمیت کو محسوس کریں، دنیا میں ایسے بہت سے علاقے ہیں جہاں مسلمانوں کے اقتدار کا سورج طلوع ہوا، بام عروج تک پہنچا اور پھر مائل بہ انحطاط ہوکر ڈوب گیا، ایشیاء اور یورپ میں متعدد ممالک ہیں جہاں یہ کیفیت پیش آئی اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ ہماری شامتِ اعمال اور کوتاہیوں کا نتیجہ ہے، عام طور پر جن ملکوں میں مسلمان ان حالات سے دوچار ہوئے، وہاں اسلامی تہذیب کا چراغ یا تو ہمیشہ کے لئے بجھ گیا، یا اس کی لَو ایسی مدھم ہوئی کہ وہ نہ ہونے کے درجہ میں ہے، وہاں لوگ اسلامی تعلیمات اور اپنے مذہبی تشخصات سے ایسے محروم ہوئے کہ ان کے دلوں سے احساس زیاں بھی جاتا رہا، انھوں نے کلّی طور پر مادیت کے سامنے سر جھکادیا، اسپین، مغربی اور مشرقی یورپ کے بعض علاقے اور روس وچین کے مسلم اکثریتی صوبے اس کی واضح مثال ہیں، اسپین تو اس کی بدترین مثال ہے، جو کسی زمانہ میں علم وفن اور تہذیب وتمدن کا دارالخلافہ تھا اور عالم اسلام میں اس کی حیثیت کسی تاجِ گہربار سے کم نہیں تھی؛ لیکن جب مسلمانوں کا تخت اقتدار پاش پاش ہوا تو اسلامی ثقافت کے تمام ہی نقوش نے وہاں سے رختِ سفر باندھا اور چند بے جان و بے روح عمارتوں کے سوا جو قصۂ ماضی پر نوحہ کناں ہیں، ان کی کوئی اور شناخت باقی نہیں رہی۔

ہندوستان کا معاملہ یقیناً اس سے مختلف ہے، یہاں یوں تو اسلام ابتدائی عہد میں ہی آچکا تھا اور تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہی ہندوستان کے ساحلی علاقوں تک اسلام کی روشنی پہنچ چکی تھی؛ لیکن اگر مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کی تاریخ بھی دیکھی جائے تو ہند اور سندھ کے علاقہ پر انھوں نے کم وبیش آٹھ سو سال حکومت کی ہے، اس عہد کو سماجی ارتقاء اور فلاحی اعتبار سے ہندوستان کا ’’عہدِ زریں‘‘ کہا جاسکتا ہے، افسوس کہ اتنی طویل مدت میں مسلمانوں نے سیاسی اور عسکری مہم جوئی پر جتنی توجہ کی، اسلام کی دعوت وتبلیغ پر اس کا عشر عشیر بھی توجہ نہیں دی؛ ورنہ یقیناً اس ملک کا نقشہ بدلا ہوا ہوتا اور اللہ کے بندے مسلمانوں کو اپنی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنا کر رکھتے، بہر حال! یہ مسلمانوں کی ایسی کوتاہی ہے کہ شاید ہی اس کا کوئی کفارہ ہوسکے اور آج مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں، وہ اسی کوتاہی کا نتیجہ ہیں۔

تاہم یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں نے تخت وتاج سے محروم ہونے کے باوجود اس ملک میں اپنی شناخت کو باقی رکھا ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں اپنے مذہب سے جس درجہ کی وابستگی پائی جاتی ہے، کوئی قوم نہیں جو اپنے مذہب سے اس درجہ وابستہ ہو، اس گئی گذری حالت میں بھی مسجد کی آبادی اور رمضان المبارک کے اہتمام کو دیکھئے، زکوۃ وانفاق اور کثیر صرفہ کے باوجود حج وعمرہ کی ادائیگی کو سامنے رکھئے اور نکاح وطلاق وغیرہ کے مسائل میں قانون شریعت کے احترام پر نظر کیجئے تو بہ مقابلہ مسلمانوں کے دوسری اقوام میں ایک فیصد بھی اپنے مذہب پر عمل کا اس درجہ اہتمام نہیں ملے گا، کسی اور قوم میں افتاء اور قضاء کے ادارے نہیں ہیں، جہاں لوگ اپنے معاملات، کاروبار اور نجی زندگی کے بارے میں بھی درست ونادرست اور حلال وحرام کے بارے میں استفسار کرتے ہوں، یہ بہر حال بحیثیت قوم کے مسلمانوں ہی کی خصوصیت ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کو اسلام سے مربوط رکھا ہے۔

ہندوستان اور دوسرے ممالک کے تئیں یہ فرق کیوں ہے؟ گذشتہ ایک صدی میں جو اسلامی تحریکات اٹھی ہیں اور تحریکی شخصیتوں نے جنم لیا ہے، زیادہ تر ان کا منبع وسرچشمہ ہندوستان ہی ہے، اس لئے یہ اہم سوال ہے جو سوچنے والوں کو متوجہ کرتا ہے! اگر غور کیا جائے اور حقیقت پسندی کے ساتھ دیکھا جائے تو اس کا جواب ایک ہی ہے، اور وہ ہے دینی مدارس کا نظام! ہندوستان پر جوں ہی انگریزوں کو غلبہ حاصل ہوا اور اسلام کے خلاف سیاسی اور تبلیغی کوششیں شروع ہوئیں، تخت وتاج سے بے نیاز اور حکومت واقتدار کی حرص سے آزاد دردمند اور بلند نگاہ علماء کے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ صرف سیاسی مزاحمت سے اس طوفان کا مقابلہ ممکن نہیں، اب اسلام کی حفاظت وبقاء کے لئے مثبت تدبیر مطلوب ہے اور اس تدبیر کو انھوں نے سرکاری مداخلت سے آزاد ایسے دینی تعلیم کے نظام کی صورت میں دریافت کیا، جو غریب سے غریب مسلمانوں کے گھر میں بھی علم کی شمع جلاسکے اور ہر کچے پکے گھر میں دینی تعلیم کی شعاعیں پہنچ سکیں۔

ہمارے بزرگوں نے مدارس کے اس نظام کو نہایت ہی معمولی اور سادہ حالت میں رکھا، ابتدائی دور میں مدارس کی عمارتیں بہت معمولی تھیں، جو نگاہوں میں چبھتی نہیں تھیں، کم تنخواہیں پانے والے مدرسین وخدام جو سیدھی سادی زندگی بسر کرتے ہوں، فقیرانہ لباس میں ملبوس طلبہ جن کا سراپا ان کی سادگی اور درویشی پر گواہ ہو، یہ ادارے مستقل اور قابل بھروسہ مالی وسائل سے محروم ہیں، عام مسلمانوں سے چند روپیوں کی مدد ہی ان کا توشۂ سفر ہے، مدارس کی یہ سادگی ایسی تھی کہ لوگ اس کی طرف مڑ کر دیکھتے بھی نہیں تھے اور سوچتے تھے کہ خس پوش جھونپڑیوں میں رہنے والے بوریہ نشیں اور دنیا کی لذتوں سے محروم اور نابلد لوگ کر ہی کیا سکتے ہیں؟ شعراء اور نئی روشنی کے لوگ تو ان کی تحقیر سے بھی نہیں چوکتے تھے اور ان کو ’’تنگ نظر ملا‘‘ اور ’’دو رکعت کا امام‘‘ جیسے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔

لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان ہی درویش مزاج ملاؤں نے اس ملک میں اسلام کے پودے کی حفاظت کی ہے، انھوں نے عہد بہار سے کوئی صلہ نہیں کمایا؛ لیکن عہد خزاں میں اپنے خونِ جگر سے سینچ کر اسلام کے شجر طوبیٰ کو بچایا، اسلامی تہذیب وثقافت کا تحفظ کیا اور مسلمانوں کا اپنے دین اور مذہب سے نہ صرف رشتہ باقی رکھا؛ بلکہ اس رشتہ کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے میں کامیاب ہوئے، یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان میں اسلام سے وابستگی کی جڑیں جتنی گہری ہیں اور لوگوں کے مزاج میں جتنی زیادہ مذہبیت ہے، عالم اسلام میں بھی کم ہی اس کی مثالیں مل سکیں گی، اس عجمی نژاد ملک میں علوم اسلامی کی جو خدمت ہوئی ہے، اس کی مثال بہت سے عرب اور مسلم ممالک میں بھی نہیں مل پائے گی، حکومت ختم ہونے کے باوجود لوگوں کے دینی رجحان میں جو اضافہ ہوا ہے، اس میں بنیادی کردار مدارس ہی کا ہے، تقریباً گذشتہ ڈیڑھ صدی میں جو بھی تحریک یا جماعت اُٹھی ہے اور اسلام کی حفاظت یا اشاعت کا جو کچھ بھی کام ہوا ہے، اس میں ان مدارس اور مدارس سے پیدا ہونے والی شخصیتوں کا بڑا حصہ ہے، مدارس کی یہ اہمیت جو اس کی ظاہری خستہ سامانی اور سادگی کی وجہ سے محسوس نہیں کی جاتی تھی، اب دوست اور دشمن سب اس کا احساس کرنے لگے ہیں۔

ہندوستان میں گذشتہ ستر سال سے فرقہ پرستوں کی کوشش ہے کہ مسلمان فکری اور تہذیبی اعتبار سے اکثریت کے ساتھ ضم ہوجائیں، جس چیز کو آج ’’ہندوتوا‘‘ کہا جاتا ہے، اسی مقصد کے لئے ایک زمانہ میں ایسی سیاسی جماعتیں جو اپنے آپ کو سیکولر کہا کرتی تھیں، بار بار مسلمانوں کو قومی دھارے میں شامل ہوجانے کی تلقین کیا کرتی تھیں اور ’’بھارتیہ کرن‘‘ کا نعرہ لگاتی تھیں، اس دعوت کا مقصد بھی اصل میں یہی تھا کہ اب مسلمان اپنی مذہبی اور تہذیبی شناخت سے آزاد ہوجائیں اور دوسری قوموں کی طرح زیادہ سے زیادہ چند مذہبی رسوم کی ادائیگی پر اکتفاء کرلیں، ان نامسعود کوششوں کو ناکام بنانے کا سہرا دینی مدارس کے سر جاتا ہے، اس حقیقت کو اربابِ اقتدار نے بھی محسوس کرلیا ہے، اس لئے دینی مدارس فرقہ پرست طاقتوں کا نشانہ ہیں، کبھی ان مدارس کو آئی ایس آئی کا مرکز قرار دیا جاتا ہے اور کبھی ان پر دہشت گردی کا الزام لگایا جاتا ہے، کبھی افغانستان کے طالبان سے ان کا رشتہ جوڑا جاتا ہے، یہ محض اپنے اندرونی عناد کو چھپانے کے لئے ایک بہانہ ہے، حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

غرض کہ مدارس اسلامیہ ہماری شہ رگ ہیں، ان ہی سے ہمارا دینی وجود وابستہ ہے، اگر یہ ختم ہوگئے تو عجب نہیں کہ آنے والی نسلیں ایمان کی دولت سے محروم ہوجائیں؛ اس لئے اصحاب خیر کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے اس ملی اثاثہ کی اہمیت کو محسوس کریں، اس کو اپنی ضروریات زندگی کا ایک حصہ سمجھیں، جیسے لاک ڈاؤن اور معاشی ابتری کے باوجود ہم اپنے گھر کی کفالت کرتے ہیں، اسی طرح ہم مدارس کو بھی اپنے خاندان کا حصہ تصور کریں، ہر قیمت پر اسے بچائیں اور ان کو کمزور نہ ہونے دیں، اگرچہ رمضان المبارک گزر چکا ہے؛ لیکن زکوۃ کی ادائیگی اور خیر کے کام کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے، ضرورت ہے کہ مسلمان تجار اور اہل ثروت مدارس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنا دست تعاون بڑھائیں اور اپنے دینی قلعوں کی حفاظت کے لئے پہلے سے بڑھ کر فعال کردار ادا کریں۔ وباللہ التوفیق

Scanned with CamScanner

نئی نسل کا مستقبل تابناک کس طرح ہوسکتا ہے

مولانا امانت علی قاسمی، دیوبند

ملک کا موجودہ منظر نامہ کسی باشعور شہری سے مخفی نہیں ہے، چند دنوں قبل نئی تعلیمی پالیسی کا خاکہ منظر عام پر آچکا ہے، اس کے اثرات کیا ہوں گے اور مسلم بچوں کے عقیدہ وایمان کے ساتھ ان کے مستقبل کو کیا خطرات لاحق ہوسکتے ہیں اس پر گفتگو ہورہی ہے۔ تعلیم ایک ایسا راستہ اور طریقہ عمل ہے جس کے ذریعہ قوموں کے افکار ونظریات کو تبدیل کیا جاسکتا ہے، ماضی میں بھی انگریزوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اسی تعلیمی ہتھیار کا استعمال کیا تھا۔

نئی تعلیمی پالیسی میں ویدانتا کے جن اصولوں کو نافذ کرنے کی بات کہی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت بلا کسی قانون کے ہی یکساں سول کوڈ کے منصوبے کی تکمیل کرلے گی اور یکساں سول کوڈ صرف ایک سیاسی پینترہ رہ جائے گا۔ اس لیے کہ اس میں زبان، تہذیب اور لباس ہر طرح کی یکسانیت کی بات کہی گئی ہے، اور ہر بچے کو لازمی اسکولی تعلیم کے ذریعہ اس کے فکر وتہذیب اور عقیدہ وعمل پر شب خون مارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان حالات میں مسلم بچوں کا مستقبل یقیناً خطرات کی زد میں ہے اور یہ ایک طویل منصوبہ ہے جسے روبعمل لانے کی پوری کوشش ہورہی ہے۔ عصری تعلیمی نظام کس حد تک مہلک ہے اور ایمان وعقائد کو کس حد تک متاثر کرتے ہیں اس سلسلے میں مولانا گیلانیؒ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا گیلانی ایک طویل تعلیمی تجربہ رکھتے تھے، عصری اور دینی دونوں اداروں سے وابستہ تھے، اور علم وادب کے میدان میں بلند پایہ ہونے کے ساتھ قوت استدلال اور نتیجہ اخذ کرنے کے سلسلے میں ان کو کمال حاصل تھا، ہندوستان کے نظام تعلیم وتربیت پر ان کی دو جلدوں میں ضخیم کتاب ہے۔

مولانا گیلانی عصری تعلیمی اداروں کے نقصانات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے برخاست ہوجانے کے بعد حکومت مسلطہ نے تعلیم کا جو نظام ملک میں (اسکولوں اور کالجوں غیرہ کے نام سے قائم کیا مشاہدہ بتارہا ہے کہ اس نظام کی تعلیم سے استفادہ کرنے والے مسلمانوں میں بتدریج اسلامی زندگی سے بُعد پیدا ہوتا چلا جارہا ہے، یہ واقعہ ہے کہ جن خاندانوں میں جدید تعلیم تیسری اور چوتھی پشت میں اس وقت تک پہنچ چکی ہے ان میں اسلام کا صرف نام رہ گیا ہے، عام ابتدائی باتیں بھی ان لوگوں کو اسلام کی معلوم نہیں، یہ سنی ہوئی نہیں دیکھی ہوئی بات ہے کہ اچھے لکھے پڑھے لوگ جن کا نام بھی مسلمان کا سا تھا لیکن وہ اپنے پیغمبر کی شخصیت تک سے ناواقف نظر آئے ظاہر ہے کہ اپنے دین سے جو اس حد تک دور ہوچکا ہو وہ دین کی دوسری باتوں سے کس حد تک واقف رہ سکتا ہے، یہ واقعہ ہے کہ جیسے جیسے دن گزرتے جاتے ہیں اس قوم کے نام نہاد مسلمانوں کی تعداد بھی بڑھتی چلی جارہی ہے اور حالات میں کوئی تغیر اگر خدانخواستہ واقع نہ ہوتو یوں ہی یہ تعداد اور بڑھتی چلی جائے گی۔

(۲) حکومت کا میلان عموماً تعلیم کے لزوم کی طرف بڑھتا چلا جارہا ہے اس وقت تک تو تعلیم کے دائرے کو وسیع ہی کرنے پر حکومت قناعت کررہی ہے لیکن وہ دن دور نہیں ہے کہ ملک کے ہر باشندے کو مجبور کیا جائے گا کہ حکومت کے منظورہ نصاب کی تعلیم لزوماً اپنے بچے اور بچیوں کو دلائے جس کے معنی یہی ہوسکتے ہیں کہ عام مسلمانوں کو تھوڑا سا تعلق اسلام سے ابھی جو باقی ہے، تعلیم کی وسعت اور اس کا لزوم اس تعلق کو بھی کمزور کرتا چلا جائے گا، تعلیم یافتہ طبقہ سے مایوس ہوکر علماء اسلام جن عام مسلمانوں کی دینی عقیدت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں اس عقیدت کی عمر بھی زیادہ دراز نظر نہیں آتی۔

(۳) مذہب کے خلاف ہر زمانہ میں مختلف تحریکیں مختلف بھیسوں میں رونما ہوتی رہی ہیں ان تحریکوں کا مقابلہ ہر زمانہ کے علماء نے ان تحریکوں کی گہرائیوں تک خود پہونچنے کے بعد کیا ہے اور ہے بھی یہی بات کہ مرض کا علاج مرض کے صحیح واقفیت کے بعد ہی ممکن ہے؛ لیکن مرض کو مرض جیسی ناپاک چیز قرار دے کر اگر طبیب اس کے جاننے سے گریز کرلے گا تو مریضوں کا علاج ہوچکا۔ (ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت ۲/۱۰۴)

مولانا گیلانی کی باتوں کو بار بار غور سے پڑھیے، آج سے قریب ستر سال پہلے آزاد ہندوستان کے نظام تعلیم کے ابتدائی ڈھانچے سے ہی انہوں نے ان خطرات کا ادارک کرلیا تھا، کہ ہر شخص اور ہر شہری کے لیے سرکاری تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے گا اور بالآخر ۲۰۰۹ء میں یہ قانون بن ہی گیا کہ ہر بچے کو سرکاری تعلیم حاصل کرنا ضروری ہوگا، اس سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ کس طرح مسلم بچوں کا ایمان اور اس کا مستقبل خطرات کی زد میں ہے۔

ایسے حالات میں کس طرح کے منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جائے کہ مسلم بچوں کا مستقبل تابناک ہو، عصری تعلیمی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ان کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کی جاسکے، تعلیم کے نام پر بھگوا کرن کرنے اور ہر ہندوستانی کو ایک رنگ میں رنگ کر مسلمانوں کو اسلامی تہذیب وثقافت سے دور کرنے کی جو کوشش کی جارہی ہے اس کا مقابلہ کس طرح کیا جائے اور کس طرح اسلامی ثقافت کا فروغ اور تحفظ کیا جاسکے؟ اس سلسلے میں چند باتیں قابل توجہ ہیں ان پر عمل کرکے ممکن ہے کہ کسی حد تک نئی نسل کے تابناک مستقبل کا خواب تعمیر کیا جاسکے۔

(۱) اسکول میں تعلیم پانے والے ہر بچے کے لیے دینیات کے نظام کو یقینی بنایا جائے، اور کوشش کی جائے کہ اسکول میں تعلیم حاصل کرنے والا خاص کر انگلش میڈیم اسکول میں تعلیم پانے والا ہر بچہ مکتب کے نظام سے جڑے اور تین چار سال صرف ایک گھنٹے کے ذریعہ ان بچوں کو اسلام کے لازمی عقائد کی تعلیم دی جائے، عبادات کی اہمیت، ایمان کی عظمت، کفر وشرک کی قباحت اور اس سے نفرت ان کے دلوں میں جاگزیں کردیا جائے، اسلامی تاریخ کے روشن عنوانات سے ان کو واقف کرایا جائے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی کے مختصر حالات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اہم پہلو، سلاطین ہند کے مختصر واقعات اور اسلامی تہذیب کی ضرورت واہمیت جیسے عنوانات سے متعارف کرا کر ان کے دل کی سادہ تختی کو ان چیزوں سے اس طرح پُر کردیا جائے کہ دنیا کی کسی غلیظ اور مکروہ تربیت کے لیے ان بچوں کے لوح دل پر کوئی جگہ باقی نہ رہے۔

(۲) اسکول میں تعلیم پانے والے بڑے بچے، اسی طرح کالج میں تعلیم حاصل کرنے والے لڑکے اور لڑکیوں کے لیے مختصر اسلامیات کا کورس مرتب کیا جائے اور یہ بچے جہاں ٹیوشن پڑھتے ہیں وہیں پر یا کہیں اور مناسب جگہ حاصل کرکے اتوار کو ایک کلاس اسلامیات کی کرائی جائے جن میں اسلام کی اہم تعلیمات اسلام کے بنیادی عقائد، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کے جملہ مسائل، اسی طرح نکاح وطلاق، وقف، معاملات، اخلاقیات، میراث وغیرہ مسائل کی اجمالی اور ضروری تعلیم دی جائے۔ ایک سال پر یہ کورس محیط ہو جس میں سبق کی طرح بچوں کو پڑھایا جائے جلسے کی طرح بیانات نہ کرائے جائیں، اور سال میں اس کا ایک امتحان لے کر مختصر اسلامیات کورس کا ان کو سرٹیفکٹ دیا جائے اس سے مسلم بچوں میں اسلام کے ضروری تعلیمات سے واقفیت ہوگی، اور اسلام کے تئیں ان میں بیداری پیدا ہوگی۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ مدارس کے فضلاء طلاق کے باب میں غلطی نہیں کرتے ہیں لیکن اسکول وکالج کے تعلیم یافتہ حضرات طلاق کے نظام سے ناواقف ہونے کی وجہ سے عموماً غلطی کرتے ہیں۔

(۳) جہاں پر مسلمان معاشی اعتبار سے مستحکم ہیں وہاں پر پوری کوشش ہونی چاہیے کہ سرکار کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے انگلش میڈیم اسکول قائم کئے جائیں اور شہر میں موجود معیاری ادارے سے زیادہ بہتر معیاری اسکول قائم کیا جائے تاکہ ہمارے اسکول، ماڈل اسکول بن سکیں۔ اس کے ذریعہ ہم اپنی نسل کے ذہنوں کو بدلنے والے منصوبوں کے خلاف آسانی سے کام کرسکتے ہیں، اپنی تہذیب وثقافت کا تحفظ کرسکتے ہیں اور بچوں کے دل ودماغ کو مغربی افکار کی یلغار سے بچاسکتے ہیں آزادی کے نام پر اباحیت کے جس دلدل میں ڈھکیلنے کی سازش کی جارہی ہے، اس کے ذریعہ ہم اس کا تدارک کرسکتے ہیں۔ اسی ضمن میں یہ بھی ضروری ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم پر خاص توجہ دی جائے، اس لیے کہ منصوبہ بند طریقہ پر بچیوں کو ان کے ایمان سے بے دخل کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں، کوشش کی جائے کہ لڑکیوں کے لیے مسلم ادارے ترجیحی طور پر قائم کئے جائیں اور جہاں ایسا ممکن نہیں ہے وہاں بچیوں کے والدین کو بیدار ہوکر اپنے بچیوں کی نگرانی کا فریضہ انجام دینا چاہیے۔

(۴) افراد سازی پر خاص توجہ دی جائے، امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ اور مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ وغیرہ کی خاص بات یہ تھی کہ وہ رجال ساز اور افراد ساز تھے، افراد سازی پر ان بزرگوں کی خاص توجہ تھی، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس اس میدان میں کمی آگئی ہے، تعلیم کے زمانے میں اساتذہ بچوں کی تربیت کرتے ہیں اور اس تربیت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ہمارے فضلاء زندگی کے ہر میدان میں سرگرم عمل نظر آتے ہیں اور مادیت کے اس طوفانی اور سیلابی دور میں بھی فضلاء مدارس صلے اور انعام سے بے پرواہ اور معاشی زندگی سے بے نیاز رہ کر دین کی خدمات میں مصرف رہتے ہیں لیکن ایام تعلیم کے بعد جب ہمارے فضلاء کسی میدان میں کام پر لگ جاتے ہیں تو اس زمانے میں بھی ان کی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے یہ زمانہ ان کے شعور وادارک اور احساس وذمہ داری کا زمانہ ہوتا ہے، اس زمانہ میں تربیت اور افراد سازی سے پتھر کو پارس اور سیپ کو موتی بنایا جاسکتا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں اس میدان میں وسیع پیمانہ پر کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قوم کو ان کی ضرورت کے مطابق کام کے افراد مہیا کرائے جاسکیں۔ اس سلسلے میں بڑے تعلیمی اداروں کو بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے ہمارے جو فضلاء میدان عمل میں مصروف ہیں ان کے احوال کا جائزہ لیا جائے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور ان کو کام کے مناسب مواقع مہیا کئے جائیں اس وقت جس رفتار کے ساتھ ہمارے مدارس سے افراد فارغ ہورہے ہیں ان کو اس تناسب سے کام کی جگہیں نہیں مل رہی ہیں جس کی وجہ سے بہت سے ہمارے قیمتی جوہر ضائع ہوجاتے ہیں جب کہ یہ وہ افراد ہیں جن پر قوم کے ہزاروں روپے اور بڑے اساتذہ کی دور رس تربیت کا حصہ لگا تھا دس یا بارہ سال ہم نے ان پر محنت کی تھی ان کا ضائع ہوجانا میں سمجھتا ہوں اپنی محنت کا ضائع ہونا ہے ان پر نظر نہ رکھنا اپنے ہی کام سے صرف نظر کرنا ہے۔ فکر کے نہاں خانے میں یہ باتیں گردش کررہی تھیں اسے صفحات پر منتقل کرکے آپ کے سامنے پیش کیا ہے اس امید کے ساتھ اگر ان پر توجہ دی گئی تو وہ دن دور نہیں کہ نئی نسل کا مستقبل تابناک ہوگا۔

"آج کی دنیا میں جنسی جذبات کو ابھارنے والے تفریحی لٹریچر، گندے افسانے اور ناول کے مطالعہ نے معاشرے کی اندر نفس پرستی کی فضا پیدا کردی ہے، نئی نسلوں کے اخلاق اور کردار اس قدر بگڑ گئے ہیں کہ ان میں انسانیت اور شرافت کی خو باقی نہیں رہی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ انسانی نظام زندگی کی چولیں اپنی جگہ سے ہلنے لگی ہیں، ان کے نزدیک اس ترقی یافتہ زمانہ میں طلاق ایک فیشن بن گیا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ازدواجی تعلقات کے بندھن کو توڑ دینے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی کا مزہ بے کیف ہوجاتا ہے، اختلافات وانتشار کے نئے نئے دروازے کھل جاتے ہیں، معاشرہ کی انہیں خرابیوں کی وجہ سے گھر کا سکون اور دل کا اطمینان ختم ہوجاتا ہے اور انسانیت مریض کی طرح کراہنے لگتی ہے، کہیں طاقتور، غریبوں، بے کسوں اور پریشان حال انسانوں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنارہے ہیں، ان کی جائداد کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے ہیں اور ناجائز طور پر اس پر قابض ہو جاتے ہیں؛ تو کہیں انسانیت بے جا سماجی بندھنوں سے کراہ رہی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ "حضرت جعفرؓ نے نجاشی بادشاہ کے دربار میں اسلام سے قبل کی زندگی کا جو نقشہ کھینچا اور کہا تھا" القوی یا کل منا الضعیف" یعنی ہم میں سے طاقتور کمزوروں کی کھائے جاتے تھے، بس یہی صورت حال اس وقت ہمارے معاشرے کی ہے؛ بلکہ اس زمانے میں زیادہ تر خرابیاں انہیں دوراستوں سے آرہی ہیں یا رسم ورواج کی غلامی اور حکم شریعت سے بے تعلقی ان کو غلط کاریوں پر آمادہ کرتی ہے یا غربت وافلاس ان کو غلط راستوں پر ڈالتی ہے، اب جب تک اصلاح حال کے لئے ملک میں ایسے مجاہد تیار نہ ہوں اس وقت تک انسانی معاشرے کی بقاء اور استحکام ممکن نہیں، ضرورت ہے کہ قوم وملت کے نوجوان اٹھ کھڑے ہوں اور معاشرے کی اصلاح کے لئے جد وجہد کریں، ائمہ مساجد اپنے خطبہ میں معاشرتی اصلاح پر روشنی ڈالیں، لوگوں کو فکر آخرت یاد دلوائیں اور سماج کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی تلقین کریں،" (اسلامی معاشرہ صفحہ: ۵۰۔۵۱)

Scanned with CamScanner

سید محمد عادل فریدی

مولانا سجاد میموریل اسپتال امارت شرعیہ میں کووڈ۔19ویکسنیشن مہم کے تحت عوامی نمائندوں کے ساتھ اہم نشست

مولانا سجاد میموریل اسپتال امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے زیر اہتمام کووڈ۔19 بیداری مہم کے تحت سرکاری افسران اورعوامی نمائندوں کے ساتھ ایک اہم نشست جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب قائم مقام ناظم امارت شرعیہ کی صدارت میں مورخہ 2021-06-05 کو سہ پہر چار بجے امارت شرعیہ کیمپس میں منعقد ہوئی، اس نشست میں سماجی دوری کا مکمل خیال رکھا گیا۔

اس نشست میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے کہا کہ ہم سب کے علم میں اچھی طرح یہ بات ہے کہ اس وقت ملک کورونا وائرس یعنی کووڈ۔ 19 کے مشکل دور سے گزر رہا ہے، دوسری ریاستوں کے ساتھ ساتھ بہار بھی اس وبا سے بری طرح متاثر ہے۔اس وبا کی روک تھام اوراس سے متاثر مریضوں کے علاج کے لیے جو بھی سرکاری یا نجی سطح پر کوششیں کی جارہی ہیں ہم اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، سرکاری مشینری اورڈاکٹروں کی جرأت مندانہ خدمات کی امارت شرعیہ شکر گزار ہے۔

امارت شرعیہ اوراس کی خدمات سے سبھی لوگ واقف ہیں، امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ ایک مذہبی، سماجی اور فلاحی ادارہ ہے، جو سو سالوں سے تعلیم وصحت کے ساتھ ساتھ مختلف میدانوں میں انسانیت کی بنیاد پر ملک وسماج کی بے لوث خدمت بغیر کسی تفریق کے کرتا آرہا ہے،کووڈ۔19 وبا کی پہلی لہر کے دوران گزشتہ سال بھی امارت شرعیہ نے لوگوں کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، لگا تار اخباروں، الیکٹرونک میڈیا، سوشل میڈیا وغیرہ کے ذریعہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ میں پھیلے ہوئے اپنے ملازمین، رضا کاروں، نقباء ونائبین اورارکان کے ذریعہ اس وبا کے تعلق سے ضروری معلومات فراہم کی گئی، اس سے بچنے کے طریقے بتائے گئے، ملک کے مشہور ومعروف ڈاکٹروں اور اطباء کے مشوروں سے آگاہ کیا گیا،حکومت کی گائڈ لائن پر عمل کرنے کی اپیل کی گئی،سوشل ڈسٹنسنگ، ماسک وغیرہ کے تعلق سے بیداری پیدا کی گئی۔امارت شرعیہ کے اسپتال مولانا سجاد میموریل اسپتال کے ڈاکٹروں کی ٹیم لگاتار مفت صلاح ومشورے دینے کا کام کرتی رہی، امارت شرعیہ کے سبھی ایمبولینس مریضوں کی خدمت میں ہمیشہ لگے رہے،اس کے علاوہ اہل خیر کے تعاون سے لاک ڈاؤن کی وجہ سے معاشی طور پر پریشان لوگوں کی مالی مدد کی گئی، غریب علاقوں میں پورے لاک ڈاؤن کی مدت میں راشن اور غذائی اشیاء کی تقسیم کی گئی، دوسری ریاستوں سے پیدل،ٹرینوں اور بسوں سے آنے والے مزدوروں اور طلبہ کو بحفاظت ان کی منزل تک پہونچانے کا نظم کیا گیا، نیز راستے میں ان کے کھانے پینے کا بھی بندوبست کیا گیا۔اسی طرح اس سال کورونا کی دوسری لہر جو کہ پہلی لہر سے بھی خطرناک ثابت ہورہی ہے، اس دوران بھی امارت شرعیہ کی خدمات کا سلسلہ بدستور جاری ہے،لوگوں کو حکومت کی گائڈ لائن پر عمل کرنے، خاص طور پر مذہبی مقامات اورعوامی جگہوں پر حکومت کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے، کورونا سے بچاو کے طریقوں کو اپنانے، ویکسنیشن کے لیے رجسٹریشن کرانے اور باری آنے پر ویکسین لگوانے، ماسک اور سوش ل ڈسٹیفنگ پر عمل کرنے وغیرہ کے لیے لگاتار بیداری پیدا کی جارہی ہے۔کووڈ سے متاثر مریضوں کی خدمت میں ہمارے رضا کار ہر وقت تیار ہیں، امارت شرعیہ کے پاس فی الحال تین امبولنس ہیں جو دن رات مریضوں کی خدمت میں مصروف ہیں، اسی طرح مولانا سجاد میموریل اسپتال کے ذریعہ طبی سہولیات پہونچانے کی ہر ممکن کوش کی جارہی ہے، امارت شرعیہ کے علاوہ دیگر عوامی وفلاحی ادارے نیز انفرادی طور پر بہت سے اہل خیر وسماجی شخصیات بھی خدمت میں مصروف ہیں، لیکن بیماری کا قہر اتنا زیادہ ہے کہ یہ سبھی کوششیں بھی ناکافی ثابت ہورہی ہیں۔اس لیے اس بیماری سے حفاظت کے لیے سبھی لوگوں کو لازمی طور پر ویکسین لگوانا چاہئے۔

اسپتال کے سکریٹری جناب مولانا سہیل احمد ندوی نے کہا کہ مولانا سجاد میموریل اسپتال نے ہمیشہ ہی انسانیت کی خدمت کے لیے اپنے وسائل کا حتی الوسع استعمال کیا ہے،کورونا وبا کے زمانے بھی ہماری خدمات جاری ہیں، سرکار سے بھی ہماری اپیل ہے کہ وہ سبھی لوگوں کے ویکسنیشن کو یقینی بنائے، اس وبا سے نمٹنے میں انتظامیہ کو امارت شرعیہ کے تعاون کی ضرورت ہو تو ہمارے ڈاکٹر اورملازمین ہر وقت تیار ہیں۔

اس نشست میں پھلواری شریف کے ممبر اسمبلی جناب گوپال روی داس، ایس ڈی او نونیت کمار، بی ڈی او ظفر الدین علی احسن، چیر مین پھلواری نگر پریشد جناب آفتاب عالم صاحب نے بھی اظہار خیال کیا اور ویکسنیشن کی اہمیت لوگوں کے سامنے بیان کی اور لوگوں سے ویکسنیشن مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے اور لازمی طور پر ویکسنیشن لگانے کی اپیل کی، انہوں نے کورونا کے زمانے میں امارت شرعیہ کی ہمہ جہت خدمات کی تحسین کی۔اس نشست میں مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، اسپتال کے میڈیکل سپر نٹنڈنٹ جناب ڈاکٹر سید نثار احمد، ڈاکٹر سید غلام محی الدین اشرفی، ڈاکٹر نذیر احمد خان، پھلواری شریف تھانہ انچارج جناب رفیق الرحمٰن، اسپتال کے ایڈمنسٹریٹر جناب فیاض اقبال، ڈاکٹر سید یاسر حبیب، ڈاکٹر نسرت یاسمین، ڈاکٹر تقی امام، ڈاکٹر راکھی سنگھ، ڈاکٹر ہما کریم، ڈاکٹر ناہید فاطمہ، جناب اعجاز احمد، سید اصغر حسین، جناب ہمایوں اختر، افروز عالم، عبد الرحمٰن صاحب مولانا ارشد رحمانی، مولانا اسعد اللہ قاسمی، وغیرہ کے علاوہ دیگر اسٹاف اور پھلواری شریف کے مختلف وارڈوں کے وارڈ ممبر بھی موجود رہے۔

غزہ جنگ کے بعد دو لاکھ فلسطینیوں کو طبی امداد کی ضرورت :ڈبلیو ایچ او

عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے خبر دار کیا ہے کہ مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں گذشتہ ماہ حماس اور اسرائیل کے درمیان مسلح تنازع کے بعد قریباً دو لاکھ فلسطینیوں کو مختلف النوع طبی امداد کی ضرورت ہے۔ڈبلیو ایچ او کے مشرقی بحر متوسط ریجن نے ایک بیان میں کہا ہے کہ عالمی ادارے نے ان فلسطینیوں کی طبی معاونت کے لیے اپنی کاوششیں تیز کردی ہیں۔بیان کے مطابق غزہ میں ۷۷ ہزار سے زیادہ افراد اپنے مکانات تباہ ہونے سے بے گھر ہو گئے ہیں۔اسرائیل کی بمباری کے نتیجے میں ۳۰ مراکز صحت مکمل یا جزوی طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ڈبلیو ایچ او کے عہدہ دار ریک پیپر کورن کا کہنا ہے کہ صورت حال بہت ناگفتہ بہ ہے، ڈبلیو ایچ او کو اس پر سخت تشویش لاحق ہے۔(ایجنسی)

27 جون کو ہونے والا UPSC امتحان ملتوی، اب ۱۰/ اکتوبر کو ہوگا امتحان

کورونا کے بڑھتے معاملوں کو دیکھتے ہوئے UPSC نے 27 جون کو ہونے والا سول سروسز پری امتحان ٹال دیا ہے۔ اب یہ امتحان دس اکتوبر کو کروایا جائے گا۔ یہ امتحان 27 جون 2021 کو منعقد ہونے والا تھا۔اب یہ امتحان 10 اکتوبر 2021 کو ہوگا۔یو پی ایس سی (UPSC) کے سول سروز (Services Civil) امتحان میں اس سال 712 اور انڈین فارسٹ سروس اگزامنیشن میں 110 ویکنسی ہیں۔ یہ امتحان ملک کے مختلف امتحان سینٹر پر منعقد کئے جائیں گے۔ واضح ہو کہ گزشتہ سال بھی کورونا کے سبب اس امتحان پر اثر پڑا تھا۔گزشتہ سال بھی امتحان کو ملتوی کرنا پڑا تھا۔2020 میں UPSC امتحان کو بھی 31 مئی سے چار اکتوبر 2020 تک کیلئے ٹال دیا گیا تھا۔خیال رہے کہ یہ امتحان تین مراحل میں ہوتا ہے۔ پری، مینز اور انٹرویو کے بعد طلبہ کا انتخاب یو پی ایس سی کے لئے کیا جاتا ہے۔ ہر سال تقریباً 2 سے ڈھائی لاکھ طلبہ پری امتحان میں حصہ لیتے ہیں۔(نیوز۔18)

7 سال سے بڑھا کر زندگی بھر کی گئی TET Certificate کی مدت

مرکزی وزیر تعلیم شری رمیش پوکھریال نشانک نے اعلان کیا ہے کہ حکومت نے ٹی ای ٹی سرٹیفکٹ کی میعاد کو 7 سال سے بڑھا کر عمر بھر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پوکھریال نے کہا کہ یہ ایسے امیدواروں کے لئے روزگار کے مواقع بڑھانے کی سمت میں ایک مثبت قدم ہوگا جو تدریسی میدان میں اپنا کیریئر بنانا چاہتے ہیں۔وزارت تعلیم کے بیان کے مطابق یہ حکم 10 سال پہلے سے نافذ کیا گیا ہے۔یعنی 2011 کے بعد جن کے سرٹیفکٹ مکمل ہو چکے ہیں وہ بھی اساتذہ کی بھرتی امتحانات کے اہل ہوں گے۔(نیوز۔۱۸)

جامعہ رحمانی، خانقاہ، مونگیر میں آن لائن داخلہ جاری

جامعہ رحمانی، خانقاہ، مونگیر کی دینی وعلمی خدمات کا دائرہ تقریباً ایک صدی پر پھیلا ہوا ہے۔جامعہ رحمانی سے فیض یاب حفاظ، علماء وفضلاء کی ایک بڑی جماعت ملک اور بیرون ملک میں پھیلے بے شمار اداروں میں دینی وملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔کورونا کے بڑھتے معاملات اور مسلسل لاک ڈاؤن کی وجہ سے جہاں دوسری چیزیں متاثر ہوئی ہیں وہیں تعلیمی نظام بھی پوری طرح متاثر ہوا ہے۔ ان مشکل حالات میں بھی سال گذشتہ جامعہ رحمانی کا تعلیمی نظام محدود پیمانے پر کچھ مقامی طلبہ کے ساتھ ہم سبھوں کے مرشد امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانیؒ کی براہ راست نگرانی و تربیت میں جاری وساری رہا ایک طالب علم جو ہفتم عربی میں زیر تعلیم تھے، انہوں نے صرف ۵/ ماہ اور ۷/ دنوں میں حفظ قرآن مکمل کرلیا، جامعہ کے تمام اساتذہ علمی وتحقیقی کاموں میں پوری دلچسپی کے ساتھ مشغول تھے، دار الحکمت کے طلبہ کی آن لائن تعلیم بھی جاری رہی جسکے بہتر نتیجے سامنے آئے۔اس سال بھی جامعہ رحمانی کے موجودہ سرپرست حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر تعلیمی مشاورتی مجلس نے یہ طے کیا ہے کہ جامعہ رحمانی کے تمام شعبہ جات (درجہ حفظ، درجات عربی از درجہ ششم اردو تا دورہ حدیث، اور دار الحکمت) میں امسال بھی قدیم وجدید طلبہ کا داخلہ لیا جائے اور جامعہ رحمانی کے کھلنے تک آن لائن تعلیم دی جائے۔

اس لئے قدیم وجدید طلبہ کے داخلہ کیلئے ہدایات جاری کی گئی ہے تا کہ طلبہ اس کے مطابق اپنے داخلہ کی کاروائی مکمل کرلیں۔جسکی تفصیل نیچے درج ہے۔فارم پُر کرنیکی آخری تاریخ 28 شوال المکرم 1442ھ مطابق 10 جون 2021 ہے۔موجودہ صورت حال کے پیش نظر داخلہ کی تمام کارروائیاں آن لائن ہوں گی۔مطلوبہ درجہ میں داخلہ کے لئے داخلہ امتحان میں کامیاب ہونا شرط ہے۔جدید طلبہ کے داخلہ امتحان کے سلسلے میں وقت اور تاریخ سے ای میل/ واٹس آیپ/ اور موبائل پر مطلع کردیا جائے گا- جدید وقدیم طلبہ کیلئے الگ الگ آن لائن فارم تیار کیا گیا ہے، متعلقہ فارم کی مطلوبہ معلومات کو اردو اور انگریزی میں صحیح درج کریں، اگر فارم پُر کرنے میں کوئی دشواری ہو تو نیچے دیے گئے نمبرات پر فوراً رابطہ کریں۔قدیم طلبہ متعلقہ فارم پُر کر کے داخلہ کی تجدید کرالیں۔انکے درجات کی ترقی سالانہ امتحان میں کامیابی کی بنیاد پر ہوگی۔جن طلبہ کا داخلہ منظور کیا جائے گا ان پر مقررہ اوقات میں اسباق کی پابندی لازم ہوگی۔مدرسہ کھلنے کے بعد انہیں طلبہ کو مدرسہ آنے کی اجازت ہوگی جو آن لائن اسباق کی پابندی کریں گے۔

فارم داخلہ اس رحمانی مشن کی ویب سائٹ پر دیکھ لیں rahmanimission.org۔کوڈ 19 کے پیش نظر حالات کے معمول پر آنے تک تعلیم آن لائن ہوگی، حالات معمول پر آنے کے بعد تمام طلبہ کو جامعہ رحمانی بلا لیا جائے گا ان شاء اللہ۔قدیم وجدید تمام طلبہ اپنے اپنے موبائل میں واٹس ایپ، ٹیلی گرام اور زوم ایپلیکیشنس انسٹال کرلیں۔داخلہ کے سلسلہ میں اگر رابطہ کرنا ہو تو نیچے دئے گئے نمبرات پر رابطہ کرلیں: مولانا عبد الاحد رحمانی ازہری: 8102217957، مولانا عبد العلیم رحمانی ازہری: 9142603040، مولانا محمد مشاہد حسین ندوی: 7261898580، مولانا محمد تسلیم قاسمی: 9006522981۔

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (پارامیڈیکل) امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (پارامیڈیکل) امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے شعبہ پیتھالوجی کے ڈپلوما کورس (D.M.L.T) میں داخلہ جاری ہے، یہ کورس دو سالہ ہے، اور حکومت بہار کے محکمہ صحت سے مستقل منظور ہے، فزکس، کیمسٹری، بایولوجی اور انگریزی کے ساتھ بارہویں پاس طلبہ داخلہ کے لئے درج ذیل نمبرات پر رابطہ کر کے مزید تفصیل معلوم کرسکتے ہیں۔۔۔فقط

سہیل احمد ندوی

سکریٹری پارامیڈیکل، امارت شرعیہ، پٹنہ

رابطہ نمبر: 8873771070,7250222587,9334338123

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

اسپتال کی ترقی کے لیے حضرت امیر شریعت سابع ؒ کے منصوبوں کی تکمیل ہماری پہلی ترجیح: مولانا محمد شبلی القاسمی

انسانی بنیاد پر مخلوق خدا کی خدمت اور ضرورت مندوں کے کام آنا امارت شرعیہ کی ہمیشہ سے ترجیحات میں شامل رہی ہیں، تعلیم وصحت کے میدان میدان میں امارت شرعیہ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔امارت شرعیہ کا مولانا سجاد میموریل اسپتال کئی دہائیوں سے معمولی فیس پر مریضوں کا علاج ومعالجہ کررہا ہے، کورونا وبا اور لاک ڈاؤن میں بھی اسپتال کے ڈاکٹرز اور ملازمین خطرات سے کھیل کر ضرورت مند مریضوں کی خدمت میں مصروف ہیں۔اسپتال کے ایمبولینس مستقل مریضوں کو اسپتال پہونچانے اور اس وبا میں وفات پاجانے والوں کو آخری آرام گاہ تک پہونچانے میں لگے رہے، ایمبولنس کے ڈرائیور خاص طور پر حاجی قمر الدین صاحب نے شب وروز خدمت انجام دی، اسپتال نے ان کی خدمت کے اعتراف میں انہیں اعزاز سے نوازا ہے،ان کی خدمات کے اعتراف میں ایک مختصر اعزازی تقریب سوشل ڈسٹنسنگ کی رعایت کے ساتھ امارت شرعیہ میں منعقد ہوئی ،جس میں اسپتال کے ڈاکٹروں اور دیگر اسٹاف نے شرکت کی،اس تقریب میں قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی، اسپتال کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی، اور میڈیکل سپر نٹنڈنٹ ڈاکٹر سید نثار احمد کے ہاتھوں ڈرائیور حاجی قمر الدین صاحب کو گلدستہ اور نقد انعام سے نوازا گیا، ان کے علاوہ دیگر دوڈرائیوروں جناب حاجی وقار حسین اور عامر حسین کو بھی نقدا کرامیہ دیا گیا۔اس مختصر تقریب میں خطاب کرتے ہوئے جناب قائم مقام ناظم صاحب نے کہا کہ امارت شرعیہ کے اسپتال کی ترقی کے لیے امیر شریعت سابع حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی نور اللہ مرقدہ کے خوابوں کی تکمیل ہماری پہلی ترجیح ہے، حضرت امیر شریعت نے اسپتال کی تیسری منزل کی عمارت تعمیر کر کے اس میں ایمرجنسی خدمات اور دیگر اہم شعبے قائم کرنے اور مریضوں کو مزید ضروری سہولیات فراہم کرنے کے لیے کئی بار ہدایتیں دی تھیں، اسپتال میں ڈیجیٹل اکسرے مشین، ایم آر آئی مشین لگانے اوڈائلیسس کا نظم کرنے کی خواہش بھی ظاہر فرمائی تھی، اسے ان شاءاللہ پایہ تکمیل تک پہونچا کر اسپتال کو آگے بڑھائیں گے۔یہ حضرت امیر شریعت مرحوم کے لیے سچی خراج تحسین اوران کی روح کی تسکین کا سامان ہوگا۔

مولانا موصوف نے مزید فرمایا کہ امارت شرعیہ کو خدمت انسانی کی بنیاد پر مقبولیت اور شہرت حاصل ہے،مولانا سجاد میموریل اسپتال ان خدمت کے کاموں میں چہرہ کی حیثیت رکھتا ہے، اسپتال کا نظام ہم جتنا بہتر بنائیں گے، انسانی خدمات کے میدان میں اس ادارہ کا تعارف اتنا ہی زیادہ ہوگا۔پھلواری شریف کے علاوہ جن جگہوں پر امارت شرعیہ کے اسپتال اور طبی مراکز قائم ہیں یا آئندہ قائم کرنے کا منصوبہ ہے،ان میں ہم سب کو مل کر کے کوشش کرنی ہے۔

اس موقع سے کورونا وبا کی سنگینی کے زمانے میں اسپتال کے جوڈاکٹر اور ملازمین اپنی جان کو ہتھیلی پر لے کر لوگوں کے کام آتے رہے انہیں دعائیہ کلمات سے نوازتے ہوئے قائم مقام ناظم صاحب نے کہا کہ آپ لوگ قوم وملت کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں، امارت شرعیہ آپ کی خدمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے، خاص طور پر اس زمانے میں امارت شرعیہ کے ڈرائیور جناب حاجی قمر الدین صاحب اور دیگر ڈرائیوروں حاجی وقار حسین اور عامر حسین نے شب وروز لگ کر مریضوں اور متوفین کو اسپتال یا گھروں تک پہونچایا اور خطرات سے کھیل کر خدمت کا قابل قدر کارنامہ انجام دیا، انہیں اعزاز سے نوازتے ہوئے ہمیں خوشی ہورہی ہے، ان شاءاللہ اس سے انہیں حوصلہ ملے گا اور مشکل حالات میں کام کرنے والوں کی بھی حوصلہ افزائی ہوگی۔

اس موقع سے مولانا سجاد میموریل اسپتال کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نے اسپتال کے ڈاکٹروں اور دیگر اسٹاف سے ان کی خدمات کی اہمیت بتاتے ہوئے کہا کہ ہم سب مل کر اسپتال کو ترقی دیں ،مریضوں کو ان کے علاج ومعالجہ میں جتنی سہولت ہوسکتی ہے، دیں، انہوں نے کہا کہ اسپتال کے کاموں کو بہتر بنانے اور نئی سہولیات سے آراستہ کرنے کی غرض سے حضرت امیر شریعت ؒ کی منشاء کے مطابق ایڈمنسٹر کے طور پر جناب فیاض اقبال صاحب کو بحال کرلیا گیا ہے،ان شاءاللہ اس سے اسپتال کے نظام میں بہتری بھی آئے گی اور جدید تقاضوں کو پورا کرنے میں آسانی بھی ہوگی ،میڈیکل سپر نٹنڈنٹ جناب ڈاکٹر سید نثار احمد صاحب نے تمام ڈاکٹروں اور ملازمین کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ اتنے مشکل حالات میں خدمت انجام دے رہے ہیں اور ٹیم ورک کے جذبے کے ساتھ کام کررہے ہیں، اس کے لیے آپ سب قابل مبارک باد ہیں، ہم امید کرتے ہیں کہ اسی طرح ٹیم ورک کے جذبے کے ساتھ کام کرتے رہیں گے۔اس مجلس میں ڈاکٹر سید غلام محی الدین اشرفی، ڈاکٹر سید یاسر حبیب، جناب محمد فیاض اقبال، ڈاکٹر نذیر احمد خان، ڈاکٹر نصرت یاسمین، ڈاکٹر راکھی سنگھ، ڈاکٹر ہما کریم، ڈاکٹر ناہید فاطمہ، جناب اعجاز احمد، سید اصغر حسین، جناب سید شمیم رضوی، ہمایوں اختر، افروز عالم، جناب عبدالرحمٰن صاحب کے علاوہ دیگر ملازمین نے شرکت کی۔

مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی کا انتقال، ملت ایک بڑے عالم دین اور اچھے انسان سے محروم : امارت شرعیہ

ملک کے ممتاز عالم دین، شیریں بیاں مقرر وخطیب، شیخ الحدیث مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی چتر ویدی مختصر علالت کے بعد میرٹھ کے آنند اسپتال میں آج مورخہ ۲؍جون ۲۰۲۱ء مطابق ۲۰؍شوال المکرم ۴۲ھ دوپہر ایک بج کر پینتالیس منٹ پر رحلت فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا شاہین جمالی صاحب کا تعلق سرزمین بہار کے مردم خیز ضلع مشرقی چمپارن سے تھا، لیکن عرصہ سے میرٹھ میں رہ کر تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے، وہ مدرسہ امدار الاسلام صدر بازار میرٹھ کے بانی تھے، انہوں نے اس مدرسہ کو تعلیمی وتربیتی اعتبار سے ملک کا معیاری اور مثالی ادارہ بنایا۔ان کے انتقال پر نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نے فرمایا کہ مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی صاحب بڑا پختہ علم رکھتے تھے، اللہ تعالی نے انہیں کئی خصوصیات کا جامع بنایا تھا، تدریس میں بھی کمال رکھتے تھے، تقریر میں تو بڑے بے مثال تھے، ان کی تحریر میں بڑی پختگی تھی، بہت اچھے ادیب تھے، اللہ تعالی نے انہیں مصنف بھی بنایا، مقرر بھی بنایا اور اچھا صاحب قلم اور ادیب بھی بنایا تھا، وہ ایک لمبے عرصے تک شیخ الحدیث رہے، آپ بہت ہی خوش اخلاق اور بڑے مہمان نواز تھے، میرے تعلقات ان سے بڑے گہرے اور دو دہائیوں پر محیط تھے، دیوبند جب بھی تشریف لاتے تو ضرور ملاقات ہوتی، میری قیام گاہ پر بھی بارہا تشریف لائے، امارت شرعیہ سے قلبی تعلق اور لگاؤ تھا، حضرت امیر شریعت سابع رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد رمضان المبارک سے قبل حضرت امیر شریعت کی تعزیت کے لیے امارت شرعیہ تشریف لائے تھے، اس موقع سے تفصیلی ملاقات ہوئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد امارت شرعیہ کی ترقی واستحکام اور بہتر مستقبل کے لیے کافی فکرمندی کا اظہار فرمایا۔ان کے انتقال سے دل بہت غمگین ہے، اللہ تعالی ان کی مغفرت کرے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے، تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور امت کو ان کا نعم البدل دے، آمین

قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے کہا کہ مولانا شاہین جمالی صاحب نے پوری زندگی درس و تدریس میں گزاری، حدیث نبوی اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا، آپ بہت ہی با اخلاق انسان تھے، خوش مزاج تھے، گرچہ انہوں نے درس وتدریس کا سلسلہ بہار سے باہر انجام دیا، لیکن بہار کے دینی وملی اداروں سے گہرا تعلق رکھتے تھے، امارت شرعیہ سے بھی والہانہ وابستگی تھی، امارت شرعیہ کے بڑے خیر خواہ تھے اور اس کی تعمیر وترقی کے لیے فکرمند رہا کرتے تھے، حضرت امیر شریعت سابعؒ کے وصال کے بعد امارت شرعیہ آئے تھے تو لمبی ملاقات ہوئی، دیر تک حضرتؒ کی خوبیاں بیان کرتے رہے اور مستقبل کے بارے میں فکرمندی ظاہر کرتے رہے۔اس کورونا کے زمانے میں بڑی بڑی اہم شخصیات ہم سے جدا ہوگئیں، وہ لوگ جو قیادت وسیادت کے معیار کے تھے، وہ ہم سے رخصت ہوگئے، مولانا بھی اسی سطح کے عالم دین تھے، ان کے انتقال سے بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے، اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔

مولانا مفتی محمد ثناءالہدیٰ قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی اچھے مدرس، بہترین مقرر، عمدہ شاعر اور بڑے صحافی تھے، علمی دنیا میں میرٹھ کے مدرسہ امداد الاسلام کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے جانے جاتے تھے لیکن ملک اور بیرون ملک میں بہترین مقرر اور چترویدی کی حیثیت سے اپنی شناخت رکھتے تھے۔میری ملاقات ان سے ۱۹۸۰ء سے تھی، اس زمانہ میں وہ دیوبند ٹائمز کے نائب مدیر تھے، بعد میں اس کے مدیر بھی بنے، ان کی تدریس کا انداز بھی نرالا تھا، ان احادیث اور آیات جن کا تعلق دوسرے مذاہب سے ہے، وہ تقابل ادیان کے ماہر کی حیثیت سے ان کا درس دیتے تھے، وہ تقابل ادیان پر بڑی گہری گرفت رکھتے تھے، وہ نام کے نہیں بلکہ حقیقتا چترویدی تھے،، سنسکرت جانتے تھے اور کئی پنڈتوں سے ان کا مناظرہ ہوا، جس میں اپنے دلائل سے انہوں نے مخالفین کو لاجواب کیا۔میرے علم کے مطابق ہندوستان میں ڈاکٹر ذاکر نائک کے بعد تقابل ادیان پر سب سے زیادہ گہری نظر ان کی تھی۔میں کئی سفر میں ان کے ساتھ تھا، اچھے رفیق سفر تھے، امارت شرعیہ کا بہتر اور مضبوط تعارف بیرون ممالک میں کراتے تھے۔مفتی سہیل احمد قاسمی صاحب صدر مفتی امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا ہندوستان کے مشہور مقرر تھے، انسانی دلوں پر حکومت کرنے والے اور انسانوں کو موہ لینے والے مقرر اور بے مثال خطیب تھے، وہ منفرد لب ولہجہ کے مالک تھے، سامعین کے دلوں پر بڑے گہرے اثرات چھوڑتے تھے۔میرے ان سے بہتر گہرے اور پرانے تعلقات تھے، وہ تعلقات کو نبھانے کا فن جانتے تھے، امارت شرعیہ سے اور یہاں سے وابستہ افراد سے بہت محبت کرتے، سب سے محبت کے ساتھ ملتے تھے۔مفتی سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے کہا کہ جو بڑے بڑے علماء کرام دنیا سے رخصت ہورہے ہیں ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آرہا ہے، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی صاحب حدیث پر گہری نگاہ، فقہ پر اچھی نظر، اسلامک فقہ اکیڈمی کے پروگراموں میں شریک ہوتے اور بڑی تحقیقی بات رکھتے، بات تو بڑی صفائی اور مضبوطی کے ساتھ رکھنے کا ہنر جانتے تھے، آپ بڑے خوش اخلاق تھے، چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور حوصلہ افزائی کا معاملہ فرمائے، مجھ سے کئی ملاقاتیں ہوئیں، ہمیشہ محبت کے ساتھ پیش آتے اور حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا میرے ہم وطن تھے ،میرے ان سے قدیم تعلقات، مجھ سے بڑی شفقت اور محبت کا معاملہ فرماتے، امارت شرعیہ سے بھی بہت محبت رکھتے تھے۔آپ بے مثال خطیب اور بہترین مدرس تھے، ساتھ ہی ایک اچھے انسان بھی تھے ان کے انتقال سے ملت ایک بڑے عالم دین، عمدہ مقرر اور ایک اچھے انسان سے محروم ہوگئی۔مولانا رضوان احمد ندوی نے کہا کہ مولانا سے میری کئی ملاقاتیں رہیں، مولانا صاحب قلم عالم دین تھے، ان کا قلم بڑا جاندار تھا، ان کے لکھنے کا انداز بڑا نرالا اور مؤثر تھا، امارت شرعیہ کے بڑے خیر خواہ اور ہمدرد تھے، بلاشبہ ایسے مخلص انسان کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا بڑا سانحہ ہے۔مولانا شکیل احمد قاسمی استاذ حدیث دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ نے فرمایا کہ اس لاک ڈاؤن نے بہت سارے جواہر پاروں کو ڈھیرے ڈھیرے ملت سے چھین لیا ہے، اللہ تعالی سب کی مغفرت فرمائے، ملت کو ان کا نعم البدل عطا کرے اور ہم سب کی رہبری فرمائے۔مولانا مفتی تبریز قاسمی استاد دار العلوم الاسلامیہ نے کہا کہ جب ایسی کوئی شخصیت دنیا سے رخصت ہوتی ہے جس سے امت کا بڑا طبقہ مستفیض ہورہا ہے، تو اس کا غم بھی بڑا ہوتا ہے، بڑے بڑے اکابر علماء کے رخصت ہونے کا سلسلہ جاری ہے، ان میں سے ایک مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی کی شخصیت بھی تھی، آپ بڑے اچھے مقرر تھے، ان کی زبان اور قلم دونوں مضبوط تھے وہ اتحاد اور تعلیم پر بڑا زور دیتے اور امت کو انتشار سے بچانے اور اتحاد پیدا کرنے کے لیے فکرمند رہتے۔اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آخر میں یہ نشست مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

Scanned with CamScanner

بقیات

بقیہ بچوں میں تحصیل زبان سے متعلق نفسیاتی نظریات .... چومسکی کے نظریہ کی اہم باتیں: چومسکی کے تحصیل زبان نظریہ کی ابتدا سنہ 1957 میں شائع ہونے والی ان کی کتاب 'Syntactic Structures' سے ہوئی مانی جاسکتی ہے۔اس کتاب کے ذریعے چومسکی نے سابقہ تشکیل شدہ ساختی ماہرین لسانیات کے نظریات کو چیلنج کر کے قابل تغیر قواعد کی بنیاد رکھی۔اس قواعد نے یہ مفروضہ قائم کیا کہ لفظوں کے مجموعے کا اپنا قاعدہ ہوتا ہے جسے رسمی قواعد کے طور پر موسوم کیا جاسکتا ہے۔چومسکی کے نظریات کی مدد سے زبانوں کی تحصیل اور نشوونما کو سمجھنا نہایت آسان ہوگیا ہے۔ان کے نظریے کی خاص باتیں درج ذیل ہیں: (۱) اس نظریے میں تین چیزوں کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے: (الف) لسانی تحصیلی آلہ (Device Acquisition Language-LAD) (ب) عالم گیر قواعد (Grammer Universal-UG) اور (ج) تولیدی قواعد کے اصول (of Principle GrammerGenerative)
(۲) لسانی تحصیلی آلہ انسان کے دماغ میں ایک اعصابی نظام کی صورت میں ہوتا ہے جو زبان کی تحصیل میں معاون ہوتا۔یہ آلہ مقرون صورت میں نہیں بلکہ مفروضاتی اور مجرد صورت میں ہوتا ہے (۳) مفروضاتی لسانی تحصیلی آلہ انسان کے دماغ کے بائیں حصے میں منطق، ذخیرہ الفاظ، علامات اور استدلال کے ساتھ موجود ہوتا ہے (۴) لسانی تحصیلی آلہ کی بنا پر انسان لاشعوری، خودکار اور فطری طور پر زبان کو سیکھ جاتا ہے (۵) تمام انسانوں کے اندر ایک عالم گیر قاعدہ ہوتا ہے، سبھی زبانوں میں ایک عالم گیر قواعد موجود ہے اور تمام زبان کی ساخت تقریباً مساوی ہوتی ہے جس میں فعل، فاعل اور مفعول ہوتے ہیں (۶) سبھی زبانوں میں قواعد موجود ہیں اور یہ قواعد زبان کے عالم گیر قواعد سے باہم مربوط ہیں۔تمام زبانوں کے بنیادی نحو (Syntax) تقریباً مساوی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ کسی زبان میں اگر انسان کو عبور حاصل ہو جائے تو اس کے لیے دوسری زبان سیکھنا آسان ہوجاتا ہے (۷) زبان کے قواعد کے بنیادی اصول بچے کا دماغ لاشعوری طور پر سیکھ جاتا ہے۔دقیق اور مشکل جملوں کا استعمال بچے اکثر و بیشتر بغیر کسی لسانی خطا کے کرتے ہیں۔اگر کوئی جملہ زبان سے غلط نکل جاتا ہے تو فوراً دماغ کو یہ احساس ہو جاتا ہے کہ کہیں نہ کہیں کچھ غلطی سرزد ہوچکی ہے۔آئندہ خودکار طور پر بچہ اس غلطی کی اصلاح کر لیتا ہے (۸) تمام ثقافتوں میں بچوں میں زبان کی نشوونما کا ایک بالترتیب مرحلہ ہوتا ہے اور دنیا کے تمام خطے میں زبان کی نشوونما کا یہ مرحلہ تقریباً یکساں ہوتا ہے (۹) بچے لاتعداد اطلاعات، اشیا، حقائق اور معطیات سے روبرو ہوتے ہیں انسان کے دماغ میں اعصابی صورت میں موجود لسانی تحصیلی آلہ ان معطیات کو قواعد کے اصولوں کے مطابق ایک لسانی مجموعے کی صورت میں تبدیل کر دیتے ہیں (۱۰) انسان میں زبان سیکھنے کی پیدائشی خصلت ہوتی ہے۔انسان کو زبان سکھائی نہیں جاتی ہے بلکہ تحصیلِ زبان کی پیدائشی خصلت ماحول ملنے پر انھیں خود بہ خود زبان سکھا دیتی ہے۔یہ پیدائشی خصلت صرف انسانوں میں ہی پائی جاتی ہے (۱۱) بچے نئی زبان سیکھتے نہیں ہیں بلکہ اس کی تحصیل خداداد لسانی آلات کے ذریعے فطری طور پر کرتے ہیں (۱۲) انسان کی عمر کے ابتدائی پانچ سالوں میں لسانی تحصیلی آلہ بہت زیادہ سرگرم ہوتا ہے اس کے بعد اس کی قوت میں کمی آنے لگتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ نئی زبان سیکھنے میں دشواری پیش آتی ہے (۱۳) یہ نظریہ اس بات کی مخالفت کرتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ بچہ سادہ سلیٹ کی طرح ہوتا ہے وہ جو کچھ بھی سیکھتا ہے اپنے ماحول کے تعامل سے یا ماحول سے متحرک ہوکر سیکھتا ہے (۱۴) انسان پیدائشی طور پر زبان سیکھنے کی استعداد کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زبان کی تحصیل توارثی طور پر ہوتی ہے بلکہ چومسکی کا نظریہ ہے کہ انسان زبان سیکھنے کی استعداد کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور اس استعداد کی معاونت سے وہ ماحول میں رہ کر زبان کو سیکھتا ہے (۱۵) بچوں میں زبان سیکھنے کی رفتار بہت زیادہ ہوتی ہے بغیر کسی شعوری کوشش کے یہ فطری طور پر زبان سیکھ جاتے ہیں۔زبان کی قواعد بھی بچے لاشعوری طور پر سیکھ جاتے ہیں۔فطری تعاملی ماحول میں زبان کا استعمال کرنے سے زبان کی تحصیل ہوتی ہے۔

خلاصہ: بچوں میں زبان کی تحصیل اور نشوونما سے متعلق نفسیات کے شعبے میں مختلف ماہرین نفسیات نے اپنے نظریات پیش کیے ہیں۔ تحصیل زبان کے تعلق سے چار نظریات بالترتیب وقوفی برتاوی، تعاملی اور مقامی کافی اہمیت کے حامل ہیں۔وقوفی نظریے میں جین پیاجے کا نظریہ کافی اہم ہے ان کے مطابق زبان کی نشوونما وقوفی نشوونما پر منحصر ہوتی ہے۔ برتاوی نظریہ میں اسکنر کا نظریہ ہے کہ زبان کی نشوونما میں تقویت کا دخل سب سے زیادہ ہے۔تعاملی نظریے میں خصوصاً بینڈورا اور برونر کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کے مطابق زبان کی نشوونما بچوں کی خداداد استعداد اور ماحول دونوں کے تعامل پر منحصر ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس میں سماجی تناظر کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔نوم چومسکی کا مقامی نظریہ شعبۂ نفسیات کا سب سے جدید، سب سے مقبول اور سب سے زیادہ سائنسی نظریہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

مجملہ طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے مندرجہ بالا نظریات کی روشنی میں تحصیلِ زبان کو متاثر کرنے والے عوامل، تحصیل زبان کی رفتار میں اضافہ کرنے والی تدابیر اور تحصیل زبان کے لیے موزوں عمر سے متعلق حقائق کو سمجھ کر والدین سرپرست بشمول زبان کے معلم اور بچوں کی تعلیم و تربیت سے منسلک افراد بچوں کی زبان کی تحصیل اور نشوونما میں اپنا کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

بقیہ تجارت کے شرعی اصول .... کسی نے اگر قرض لیا ہو، اس سے بھی نرم گفتگو اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، کیا معلوم کہ وہ کس پریشانی اور تکلیف میں ہے، اللہ کا کرم اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس قابل بنایا کہ ہم دوسروں کو قرض دے رہے ہیں، ورنہ ہمیں بھی وہ محتاج بنا سکتا تھا۔
(۹) حرام اشیاء کی تجارت نہ کیجیے، جو اشیاء اسلام نے حرام قرار دی ہیں، ان کو مال تجارت بنانا یا ان کی خرید و فروخت کرنا بھی حرام ہے، جیسے شراب، افیوں، ہیروئن وغیرہ۔اسی طرح لاٹری، سٹہ بازی، قحبہ گری، سودی لین دین، اخلاق سوز فلمیں اور آڈیو ویڈیو کیسٹس، آلات موسیقی، گانے بجانے کے اسکول یا اکیڈمیاں، اخلاق سوز ناول، فحش لٹریچر اور رسالے وغیرہ اس ممانعت میں شامل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ان اللّٰہ ورسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام" (صحیح البخاری) "اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے"
ایک دوسرے موقع پر فرمایا: "ان اللّٰہ اذا حرم شیئا حرم ثمنہ" (صحیح ابن حبان) "اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے، اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دیا ہے"
مذکورہ حدیث میں اگرچہ بعض چیزوں کا تذکرہ ہے، مگر جتنے ناجائز امور ہیں، ان سب کا یہی حکم ہوگا، مسلمانوں کو چاہیے کہ حرام اور ناجائز چیزوں کو بیع کا مال نہ بنائیں، اس میں گناہ اور عصیان پر تعاون لازم آئے گا، جو بجائے خود غضب الٰہی کو دعوت دیتا ہے۔
(۱۰) دکان کو وقت پر کھولیے، کوشش کیجیے کہ صبح کی اولین ساعتوں میں کاروبار کا آغاز کیا جائے؛ اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت کیے جانے والے کاموں میں برکت کی دعا فرمائی ہے، خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹا دستہ یا بڑا لشکر روانہ کرتے تو دن کے ابتدائی وقت روانہ فرماتے، روایت میں ہے: "حضرت صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر تھے، جب وہ اپنے آدمیوں کو تجارت کے لیے روانہ کرتے تو دن کے ابتدائی حصہ میں روانہ کرتے تھے، جس کی وجہ سے وہ صاحب ثروت ہوے اور ان کے پاس مال کی کثرت و فراوانی ہوگئی۔" آج مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ صبح سویرے ہی سے تجارت وغیرہ کا آغاز کریں، اس طرح سنت پر عمل ہوگا اور برکت کے حصول کا ذریعہ بھی، ہندوستان یا وہ ممالک جہاں اس کا رواج نہیں ہے، ان جگہوں میں صبح دکان کھولنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، تاہم سنتوں پر عمل کا اور غیب سے سامان فروخت ہونے کا انتظام ہوگا اور اگر تمام مسلمان مل کر اس پر عمل شروع کردیں تو خود بخود صبح کاروبار شروع ہونے کا ماحول بن جائے گا، یا ایسی جگہ جہاں تجارت یا کوئی بھی عمل صبح کی اولین ساعت میں شروع کیا جاسکتا ہے، وہاں اس حدیث پر ضرور عمل کرنا چاہیے۔
اب تک جن باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ان کا تعلق دنیوی تجارت سے تھا، ایک مسلمان کو دنیوی تجارت اور کاروبار سے زیادہ آخرت کی اس تجارت کی طرف توجہ دینی چاہیے جس کا نفع ابدی اور لازوالی ہے، جس پر کبھی فنائیت طاری نہیں ہوگی، جس کی طرف خود اللہ تعالیٰ نے رہنمائی کی ہے اور اس کے ذریعہ جہنم کے دردناک عذاب سے نجات پانے کی تلقین کی ہے: (الصف: ۱۰-۱۱) "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میں بتاوں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذاب الیم سے بچائے؟ ایمان لاو، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو"
اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ دنیوی تجارت بھی اسلامی اصول و ضوابط کے مطابق انجام دیں! اس لیے کہ ایمان والے اسلامی اصول کے پابند ہیں، اگر تجارت قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائے گئے اصول کے مطابق انجام دیں گے تو یہ اسلامی تجارت کہلائے گی اور دنیوی سرگرمیاں بھی فکر آخرت کی دائرے میں شامل ہوجائیں گی، آج ہم اپنے کاروبار کا جائزہ لیں، کیا ہماری تجارت، دکانیں اور اقتصادی سرگرمیاں بتائے گئے اصول کے مطابق ہیں؟ آج ہر آدمی کی خواہش مال و دولت جمع کرنا ہے، خواہ وہ حلال راستے سے ہو یا حرام طریقے پر، جس کے سبب مسلمان گھروں سے روحانیت ختم ہوگئی ہے، مال کی کثرت کے باوجود زندگی اور عمل میں خیر و برکت نہیں، حقیقی سکون اور قلبی طمانینت سے ہم محروم ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں کہ روح کو بالیدگی اور قلب کو سکون ملے، پُرلطف زندگی آپ کو پیاری ہے تو اسلامی تجارت کو اپنایئے اور اسی کے ساتھ اس تجارت کو کبھی ذہنوں سے اوجھل نہ ہونے دیجیے جو جہنم کی جھلسا دینے والی آگ سے نجات دلانے والی ہے کہ یہی کامیابی حقیقی کامیابی اور لازوال عیش ہے۔

المعهد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ، قاضی نگر، پھلواری شریف، پٹنہ (بہار)

اعلان داخلہ برائے تربیت قضاء و افتاء و معہد الدعوۃ

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی زیر نگرانی "المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء" کے نام سے ایک ادارہ گزشتہ ۲۱ رسالوں سے قائم ہے، جس میں تربیت قضاء و افتاء میں ایسے باصلاحیت فضلاء کو تربیت دی جاتی ہے جن کو فقہ اسلامی سے مناسبت ہو؛ تاکہ وہ کتاب و سنت، فقہ اور مصادر فقہ پر گہری نظر کے ساتھ احوال و عرف زمانہ سے آشنا ہوکر عصر حاضر کے درپیش چیلنجز کا سامنا کرنے کے اہل ہوسکیں، اس معہد کا نصاب تعلیم دو سالہ ہے، جس میں فقہ القرآن، فقہ الحدیث، مقاصد شرع، فقہ، اصول فقہ، قواعد فقہ، اصول افتاء اور فرائض کے علاوہ مسلم پرسنل لاء کے ابواب پر خصوصی نظر اور قضاء و افتاء کی خصوصی تربیت و عملی مشق کرائی جاتی ہے، بقدر ضرورت انگریزی، ہندی اور کمپیوٹر کی بھی تعلیم دی جاتی ہے، طلبہ کے قیام و طعام کا نظم معہد کی طرف سے ہے، اس کے علاوہ سال اول کے طلبہ کو 600ر روپے اور سال دوم کے طلبہ کو 800ر روپے ماہانہ بطور وظیفہ دیے جاتے ہیں، سال اول میں داخلہ کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں۔
اس ادارہ میں معہد الدعوۃ کے نام سے ایک نیا شعبہ داعیوں کی تربیت کے لیے قائم کیا گیا ہے، اس کا نصاب ایک سالہ ہے، اور اس میں ایسے فضلاء سے درخواست مطلوب ہے، جن کے اندر داعیانہ فکر و جذبہ موجود ہو اور جو زمانہ کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اندر ایسی صلاحیت اور صالحیت پیدا کرسکیں، جس کے ذریعہ دعوت کے کام کو مؤثر انداز میں انجام دیا جاسکے، اس کے نصاب میں انگریزی و ہندی کے ساتھ سنسکرت بھی شامل ہے، اس شعبہ میں قیام و طعام کے علاوہ ماہانہ -/700 روپے وظیفہ بھی دیا جاتا ہے، اس درجہ میں بھی داخلہ کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں، داخلہ کے لئے مستند اداروں اور مدارس سے فارغ شدہ ایسے طلبہ درخواست دے سکتے ہیں جنہوں نے ممتاز نمبرات سے کامیابی حاصل کی ہو اور جنہیں معہد کے مقاصد سے دلچسپی ہو۔درخواستیں بنام سکریٹری المعہد العالی امارت شرعیہ ۲۹ رشوال ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۱ رجون ۲۰۲۱ء تک مندرجہ ذیل ای میل یا واٹس ایپ نمبرات پر بھیج دیں۔
E-mail:almahadulaali@hotmail.com / **واٹس ایپ نمبرات**: 7870288305/8298310496/7079191716
درخواست کے ساتھ عالمیت یا فضیلت کے نتائج امتحان کی مصدقہ کاپی ارسال کریں، درخواست میں اپنا نام مع ولدیت، سکونت، رابطہ کا پتہ، کہاں تعلیم حاصل کی ہے اور کس سن میں فراغت ہوئی، فون و واٹس ایپ نمبر ضرور لکھیں، ایک عدد اپنی تصویر بھی منسلک کریں، داخلہ کے وقت سابق ادارہ کی سند یا تصدیق نامہ اور جائے سکونت کا رہائشی سرکاری سرٹیفیکٹ (دونوں کی اصل کاپی) داخل کرنا ضروری ہوگا۔

(عبد الباسط ندوی)
سکریٹری المعہد العالی

Scanned with CamScanner

طب وسائنس

ٹھنڈے اور گرم پانی سے نہانے کے فوائد

ڈاکٹر فیاض علیگ

نہانا ایک نعمت ہے جو ہمیں پاکیزگی دینے کیساتھ ہمارے جسم و دماغ پر کئی اچھے اثرات مُرتب کرتا ہے اور ہمیں تروتازہ کردیتا ہے، سردی کے موسم میں لوگ عام طور پر گرم پانی سے غُسل کرنا پسند کرتے اور کُچھ سخت سردی میں بھی تازے اور ٹھنڈے پانی سے نہاتے ہیں۔

سردی میں صُبح کے وقت گرم پانی سے نہانے کے شوقین افراد عام طور پر ٹھنڈا پانی جسم پر پڑتے ہی لگنے والے جھٹکے سے خوفزدہ ہوتے ہیں اور شاور میں گرم پانی کا نل کھول کر اُس وقت تک پانی ضائع کرتے ہیں جب تک وہ مناسب گرم نہ ہو جائے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ صُبح کے نہانے کے وقت جب ٹھنڈا پانی جسم پر پڑتا ہے تو جسم کو ایک جھٹکا لگتا ہے اور یہ جھٹکا جسم کی آکسیجن انٹیک کو بڑھانے کا باعث بنتا ہے اور یہ دل کی دھڑکن تیز کرتا ہے اور اعصاب کو ایک دم چوکنا کردیتا ہے، ڈاکٹرز حضرات کا کہنا ہے کہ اگر جلد پر خُشکی سے خارش پیدا ہورہی ہو تو ٹھنڈے پانی سے نہانا خارش میں آرام کا باعث بنتا ہے۔

ٹھنڈا پانی خون کی گردش تیز کرتا ہے

صُبح کے وقت ٹھنڈے پانی سے نہانے کا یہ سب سے اہم فائدہ ہے اور اسی وجہ سے ماہرین صُبح کے وقت تازہ اور ٹھنڈے پانی سے نہانے کا مشورہ دیتے ہیں کیونکہ ٹھنڈا پانی جلد کا درجہ حرارت کم کرتا ہے جس سے جلد کے نیچے خُون کی روانی درجہ حرارت نارمل رکھنے کے لیے تیز ہوجاتی ہے اور جسم کو خُون کے ساتھ مناسب آکسیجن ملنا شروع ہوجاتا ہے اور جسم و دماغ چاک وچوبند ہوجاتا ہے۔

موٹاپا کم ہوتا ہے

ہمارے جسم میں محفوظ چربی خاص طور پر براؤن چربی پگھل کر ہیٹ پیدا کرتی ہے اور جب جسم سردی میں ٹھنڈا پانی برداشت کرتا ہے تو یہ چربی جو گردن اور کاندھوں کے قریب زیادہ پائی جاتی ہے برن ہونا شروع کردیتی ہے اور موٹاپے میں کمی پیدا ہوتی ہے۔

چمڑے اور بالوں کے لیے مُفید ہے

اگر آپ کے جلد اور بال خُشک ہیں تو گرم پانی اس خُشکی کو بڑھانے کا باعث بنتا ہے؛ جبکہ ٹھنڈا پانی آپ کی جلد کے مساموں کو سخت بناتا ہے اور اُن کے نیچے خُون کی گردش پر اثر انداز ہوتا ہے جس سے جلد توانا اور بہتر طور پر پرورش پاتی ہے، بالوں کی جلد میں موجود بالوں کی جڑیں طاقتور ہوتی ہیں اور اس سے بال گھنے ہوتے ہیں۔

نوٹ: سردی میں اگر آپ نزلہ، زُکام، کھانسی اور بُخار وغیرہ کی شکایت محسوس کررہے ہیں تو ٹھنڈا پانی آپ کے لیے مُفید نہیں ہوگا؛ کیونکہ بُخار میں ٹھنڈا پانی آپ کی قوت مدافعت پر بھاری پڑے گا اور آپ کی شکایت میں اضافہ کرے گا۔

گرم پانی سے غُسل

اگر آپ کو رات میں جلدی نیند نہیں آتی تو گرم پانی سے غُسل جسم سے سارے دن کی تھکاوٹ دُور کرکے پُرسکون اور نیند کو گہرا کردیتا ہے اسی لیے ماہرین رات کو گرم پانی سے نہانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

موسمی انفیکشن کو دُور کرتا ہے

موسم سے پیدا ہونے والی بیماریاں جیسے نزلہ، کھانسی، زکام وغیرہ میں گرم پانی کا غُسل حکیمی نُسخے کی طرح کام کرتا ہے یہ جسم کے مسام کھول دیتا ہے اور جسم میں ہوا کا داخلہ آسان بناتا ہے، سانس کی نالیوں میں جمی بلغم کو خارج کرکے سانس لینے میں آسانی پیدا کرتا ہے اور بیماری کی شکایت میں کمی لانے کا باعث بنتا ہے۔

شوگر، اعصاب اور پٹھوں کے لیے

گرم پانی جسم پر پڑنے سے جسم کے تناؤ میں کمی کیساتھ ذہنی اور اعصابی تناؤ میں بھی کمی پیدا ہوتی ہے اور ایک تحقیق کے مطابق یہ کھانے کے 2 گھنٹے بعد خُون میں بڑھی ہوئی شوگر کے لیول کو 10 فیصد تک کم کرنے کا باعث بنتا ہے اور اگر ورزش کے بعد گرم پانی سے نہایا جائے تو یہ ذیابطیس کے مریضوں کے لیے انتہائی مُفید ثابت ہوتا ہے۔

کیلوریز جلانے کا باعث بنتا ہے

جدید ریسرچ کے مُطابق گرم پانی کے ٹب میں ایک گھنٹہ رہنا آدھا گھنٹہ پیدل چلنے کے برابر کیلوریز سوخت کرتا ہے اور اگر آپ ورزش کرنا پسند نہیں کرتے تو گرم پانی کا غُسل وزن کم کرنے میں تھوڑا بہت آپ کے کام آسکتا ہے۔

نوٹ: گرم پانی آپ کے بلڈ پریشر کو تیز کرتا ہے اس لیے بلڈ پریشر کے مریض زیادہ دیر گرم پانی سے غُسل نہ کریں اور گرم پانی جلد کو ڈی ہائیڈریٹ کرتا ہے جس سے جلد خُشک اور خارش پیدا ہوتی ہے اس لیے اگر آپ کی جلد حساس ہے تب بھی زیادہ گرم پانی آپ کے لیے نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔

گرم پانی سے نہانے کے بعد اگر ایک ڈبہ ٹھنڈا پانی جسم پر ڈال لیا جائے تو یہ گرم پانی سے کھلنے والے جلد کے مسام کو بند کردیتا ہے اور جلد میں خُشکی پیدا ہونے سے روکتا ہے اور بلڈ پریشر کو کم کرنے کا باعث بن سکتا ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

فلسطین پر ویبنار

گذشتہ ۲۲رمئی ۲۰۲۱ء کو ایران کلچرل سوسائٹی نے ”غزہ دنیا میں انسانی حقوق کی پامالی کی علامت“ کے عنوان سے ایک ویبنار کا انعقاد کیا، جس میں نائب ناظم امارت شرعیہ مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے ایران سوسائٹی کی دعوت پر شرکت کی، مفتی صاحب نے اپنے خطاب میں اس موضوع پر مسلم حکمرانوں کی بے حسی اور عملی اقدام سے گریز کی پالیسی کا ذکر کیا اور پھر اس کے مثبت پہلوؤں پر روشنی ڈالی، انہوں نے کہا کہ اس جنگ نے دنیا کی توجہ ایک بار پھر سے فلسطین کی طرف کردیا، خود حماس اور القسام نے ثابت کردیا ہے کہ اب اس کی دفاعی طاقت پہلے سے کئی گنا زیادہ ہے، پہلے چھ ملکوں کی مشترکہ افواج کو اسرائیل نے چھ دنوں میں دھول چٹا دیا تھا، اور اب کے گیارہ دن کی طوفانی بم باری کے بعد بھی اسرائیل کو گھٹنے ٹیکنے پڑے، یہ تاریخی واقعہ ہے، جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا، مفتی صاحب نے فرمایا کہ اسرائیل کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا چاہیے اور مسلم ممالک کو خصوصاً گزہ کی بازآبادکاری اور تعاون کے لئے آگے آنا چاہئے؛ تاکہ تاکہ اسرائیل کے ذریعہ انسانی حقوق کی پامالی کے بعد جو منظر نامہ ہے اسے پھر سے خوش نما بنایا جاسکے۔

ویبنار میں مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کے علاوہ ڈاکٹر محمد علی ربانی کلچرل کونسلر ایرانی سفارت خانہ، مولانا سید تقوی امام جمعہ شیعہ جامع مسجد دہلی، ڈاکٹر سلیم خان جماعت اسلامی ہند، مولانا ظفر الحسینی امام جمعہ بنارس، مولانا کلب جواد باقوی لکھنؤ، پروفیسر اختر الواسع مولانا آزاد یونیورسیٹی جودھپور، مولانا محمد عادل خان ٹونک، ڈاکٹر علی زادہ موسوی ایران اور حکیم ریاض الدین فردوسی الہ آباد نے شرکت کی، ویبنار ہر اعتبار سے کامیاب رہا اور قیمتی آرا سے سامعین مستفید ہوئے۔

بہار میں کورونا سے یتیم ہوئے بچوں کو 1500 روپے ماہانہ دے گی حکومت

بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار بھی وزیر اعظم نریندر مودی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ مرکزی حکومت نے کووڈ کی وجہ سے کمانے والے ممبر کو کھونے والے خاندانوں کی امداد کا اعلان کیا ہے۔ اس کے تحت ان خاندانوں کو پنشن دی جائے گی اور ساتھ ہی انشورنس کی کوریج میں اضافہ کرکے اسے آسان بنایا جائے گا۔ وزیر اعظم کے اس اعلان کے فوراً بعد ہی وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے بھی بہار میں ایک بڑا قدم اٹھایا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے اعلان کیا کہ کورونا میں یتیم ہوئے بچوں کو 18 سال کی عمر تک 1500 روپے ہر ماہ دئے جائیں گے۔ وزیر اعلیٰ نتیش نے ٹویٹ کرکہا کہ ویسے لڑکے لڑکی جن کے والدین کی موت ہوگئی، جن میں کم سے کم ایک کی موت کورونا سے ہوئی ہو، ان کو 'چائلڈ سپورٹ اسکیم' کے تحت حکومت بہار کے ذریعہ 18 سال ہونے تک 1500 روپے ہر ماہ دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ جن یتیم بچوں کے سرپرست نہیں ہیں ان کی دیکھ بھال کی جائے گی۔ ایسے یتیم بچوں کو کستوربا گاندھی بالیکا رہائشی اسکول میں داخلہ کرایا جائے گا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ کورونا کے اس بحران میں کئی ایسے خاندان ہیں جو پوری طرح سے تباہ ہوگئے ہیں، حکومت نے یہ بڑا قدم اٹھایا ہے اور یتیم بچوں کی مدد کو آگے آئی ہے، وزیر اعلیٰ نتیش کمار کے اس اعلان کے بعد ایسے کنبہ کی شناخت کران کی مدد کی جائے گی۔

30 جون تک بیرون ملک سفر کی اجازت نہیں

کرونا وائرس کی وجہ سے 30 جون تک بیرون ملک سفر کی اجازت نہیں ہوگی۔ واضح ہو کہ سول ایوی ایشن کے ڈائریکٹوریٹ جنرل (ڈی جی سی اے) نے نافذ پابندی میں ایک ماہ کی توسیع کردی ہے۔ گزشتہ سال سے غیر ملکی پروازوں کی آمد اور ملک سے غیر ملکی پروازوں کی آمدورفت پر پابندی عائد ہے، یہ فیصلہ کورونا وائرس کی وجہ سے لیا گیا ہے، تاہم ڈی جی سی اے نے واضح کیا ہے کہ اس فیصلے کا اطلاق کارگو کی تمام بین الاقوامی پروازوں پر نہیں ہوگا، نیز ڈی سی جی آئی جن طیاروں کو پرواز کی اجازت دے گا، وہ بھی اس فیصلے سے مستثنیٰ ہوں گے، ڈی جی سی اے نے اپنے نئے حکم میں کہا کہ 26-06-2020 کے حکم میں جزوی ترمیم کرکے مجاز آفیسر نے بین الاقوامی سفری خدمات کے سلسلے میں مذکورہ موضوع پر جاری سرکلر کی توسیع 30 جون 2021 تک کردی ہے۔ ڈی جی سی اے کے مطابق کسی معاملہ پر مجاز اتھارٹی کے ذریعہ منتخب راستوں پر بین الاقوامی پروازوں کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

مرکزی حکومت کی ٹیکہ کاری پالیسی پر سپریم کورٹ کا سوال

مرکزی حکومت کی ٹیکہ کاری پالیسی کی نکتہ چینی کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ 18 سے 44 سال کی عمر کے افراد کو مفت ٹیکہ فراہم نہ کرنے کا فیصلہ بادی النظر میں "منمانی اور غیر معقول" لگتا ہے۔ جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ کی زیر صدارت تشکیل بنچ نے اپنے حالیہ تبصرے میں کہا ہے کہ 45 سال سے زائد عمر کے لوگوں کو مفت ٹیکے لگانے اور اس سے کم عمر کے لوگوں کو رقم کی ادائیگی کے عوض ویکسین دینے کا نظام بنانے کی مرکز کی پالیسی بادی النظر میں منمانی اور غیر معقول نظر آتی ہے۔ بنچ نے دیہی آبادی کے لئے ٹیکے کی قلت کے تناظر میں متعدد دیگر خامیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے مرکز کو ہدایت دی ہے کہ وہ اپنی ٹیکہ کاری پالیسی پر نظر ثانی کرے اور 31 دسمبر 2021 تک ویکسین کی ممکنہ دستیابی کا خاکہ پیش کرے۔ اس معاملے کی اگلی سماعت اب 30 جون کو ہوگی۔ ڈویژن بنچ میں جسٹس ایل ناگیشور راؤ اور جسٹس ایس رویندر بھٹ بھی شامل ہیں۔

مدھیہ پردیش میں جونیئر ڈاکٹروں کا اجتماعی استعفیٰ

مدھیہ پردیش میں جونیئر ڈاکٹروں نے حکومت کے سخت موقف سے ناراض ہوکر اجتماعی استعفیٰ دیدیا، ۶رنکاتی مانگوں کو لے کر جونیئر ڈاکٹروں کی چارروز سے ہڑتال جاری تھی، جونیئر ڈاکٹروں کی ہڑتال پر مفاد عامہ کے تحت دائر کی گئی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے جب جبل پور ہائی کورٹ نے جونیئر ڈاکٹروں کی ہڑتال کو غیر واجب قرار دیا تو حکومت نے بھی ہڑتال کو لے کر اپنے موقف کو اور سخت کیا اور جونیئر ڈاکٹروں سے ہڑتال ختم کرکے کام پر واپس آنے کی جہاں اپیل کی وہیں یہ بھی انتباہ دیا کہ اگر جونیئر ڈاکٹر ہڑتال ختم نہیں کرتے ہیں تو ان کے خلاف ایسما کے تحت سخت کاروائی کی جائے گی، وہیں جونیئر ڈاکٹروں کی ہڑتال کو کانگریس کے ذریعہ حمایت کا اعلان کرنے کے بعد مدھیہ پردیش میں ایک اور سیاسی گھمسان شروع ہوگیا ہے۔

Volume:61/71,Issue: 23 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

مرا قاتل پریشاں ہے میری ماں کی دعاؤں سے
وہ جب بھی وار کرتا ہے تو خنجر ٹوٹ جاتا ہے
(نامعلوم)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/61

ہندوستان میں سیکولرزم کا محدود ہوتا دائرہ

عبیداللہ ناصر

اب ایسا لگتا ہے کہ بھارت میں سیکولرزم کا دائرہ محدود سے محدود تر ہوتا جارہا ہے اور وہ ہمارا آئین بس ایک بے معنی سالفظ بن گیا ہے، حد تو یہ ہے کہ آئین ہند کے تحفظ کا حلف لے کر اقتدار سنبھالنے والے اتر پردیش کے وزیراعلی یوگی آدتیہ ناتھ کھلے عام سیکولرزم کو نظر انداز کرکے رام راجیہ کی بات کرتے ہیں، یوگی کہہ رہے ہیں کہ ہندستانی تہذیب اور ثقافت کو عالمی منظر نامہ پر پیش کرنے میں سیکولرزم سب سے بڑا خطرہ ہے۔

سوچئے جو شخص آئین کی حلف لے کر ایسے آئین مخالف بیان دے رہا ہو وہ آئین کے الفاظ اور روح کے مطابق حکومت کیسے چلاسکتا ہے، کیا یوگی جی کو نہیں معلوم کہ سیکولرزم آئین ہند کا بنیادی ڈھانچہ کا ایک عنصر ہے اور سپریم کورٹ کے ایک فیصلہ کے مطابق آئین کے بنیادی ڈھانچہ کو پارلیمنٹ بھی نہیں تبدیل کرسکتی، آرایس ایس کی ایک صدی کی محنت کا ثمرہ ہے کہ اب سیکولرزم کے بجائے ہندتو ہماری سیاست کا محور بن گیا ہے اور ہر سیاسی پارٹی اور ہر لیڈر میں بڑا سے بڑا ہندو دکھنے کی مقابلہ آرائی ہورہی ہے اور سیکولر سوشلسٹ ہندستان کا تصور ایک کنارہ پڑا آخری سانسیں گن رہا ہے۔

جس ملک نے تقسیم کا زخم کھانے کے باوجود بھی اپنے سیکولرازم کو نہیں چھوڑا تھا اور فرقہ پرست جماعت ہندو مہاسبھا اور وغیرہ کو پہلے عام انتخاب میں شکست فاش دی تھی جس ہندستان نے 1992 میں بابری مسجد کی شہادت کے بعد اتر پردیش اور دیگر ہندی بولنے والی ریاستوں میں بی جے پی کو منہ نہیں لگایا تھا اسی ہندستان میں 2014 کے بعد ایسا سیاسی سماجی اور جذباتی بدلاؤ آیا ہے کہ ہر حساس رواداری سیکولر گنگا جمنی تہذیب کا پرستار ہندستانی انگشت بدنداں ہے کہ محض سات برسوں میں ہندستان کیا سے کیا ہوگیا۔

دہلی کے وزیراعلی اور عام آدمی پارٹی کے سربراہ اروند کیجر وال کے چہرہ کی نقاب دھیرے دھیرے اتر چکی ہے اور ان کا اصلی چہرہ جسے وہ چھپائے ہوئے تھے پوری طور سے سامنے آچکا ہے۔ اپنے دوسرے ٹرم میں دہلی کے مسلم ووٹوں کو یکمشت لینے کے باوجود انہوں نے ہندوتو کا کارڈ کھیلنا شروع کردیا تھا۔ شہریت ترمیمی قانون کے خلاف دہلی کے شاہین باغ میں جو تاریخی احتجاج ہوا اور جس نے ساری دنیا کی توجہ اس غیر انسانی اور غیر آئینی قانون اور اسکے خلاف شاہین باغ میں خواتین کے دھرنے کی جانب مبذول کرائی لیکن اروند کیجر وال اور ان کی حکومت کا رویہ سرد مہری کا رہا۔

اس کے بعد دہلی کے فساد اور دہلی پولیس کی یکطرفہ کارروائی اور مسلمانوں پر ہوئے مظالم کے خلاف بھی وہ لیپا پوتی والا رویہ ہی اختیار کئے رہے، دہلی فساد پولس کی یکطرفہ کارروائی اور بیرون دہلی سے غنڈوں کو بلوا کر دہلی کا فساد قتل عام اور لوٹ پاٹ کرانے کے سلسلہ میں دہلی اقلیتی کمیشن کے صدر ڈاکٹر ظفر الاسلام کی قیادت میں کمیشن کی ٹیم نے جو تفتیش کی اور سارے حقائق یکجا کئے اس رپورٹ کو دہلی پولس کی تفتیش کا حصہ بنوانے میں بھی انہوں نے کوئی دلچسپی نہیں لی اور جب ڈاکٹر ظفر کا ٹرم ختم ہوگیا تو ان کے مدت کار میں توسیع بھی نہیں کی تاکہ وہ اپنی رپورٹ کو لے کر دہلی کی عدالتوں میں پولیس اور فرقہ پرست غنڈوں کے کرتوت کو اجاگر نہ کرسکیں۔

شاہین باغ تحریک پر ان کے منہ سے ہمدردی کا ایک لفظ نہیں نکلا تھا جبکہ زرعی قانون کے بل کو دہلی اسمبلی میں پھاڑ کر پھینکنے دھرنے پر بیٹھے کسانوں سے ہمدردی کرنے ان کے درمیان بھی گئے، انہوں نے اپنے رویہ سے ثابت کردیا کہ انھیں مسلم ووٹ تو چاہئے مگر مسلم مسائل حل کرنے اور انھیں انصاف دلانے میں ان کی کوئی دلچسپی نہیں ہے، کنہیا کمار پر ملک سے غداری کی دفعات کے تحت مقدمہ چلانے کی اجازت دے کر ثابت کردیا کہ ان کی اور امت شاہ کی سوچ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اتر پردیش میں یوگی آدتیہ ناتھ یا دیگر ریاستوں کی بی جے پی حکومت میں جو ہو رہا ہے وہ ان کے نظریات کے عین مطابق ہے، بھلے ہی وہ آئین ہند سے وفاداری اور اسکے تحفظ کی حلف لے کر کرسی پر بیٹھے ہوں؛ لیکن ان کا مقصد پوری طرح گرو گولوالکر کے بنچ آف تھاٹس میں پیش کئے گئے نظریہ کو نافذ کرنا ہے؛ لیکن کیجریوال جو کچھ کررہے ہیں وہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔

ویسے بھی اطلاعات کے مطابق کیجر وال کا خاندانی پس منظر بھی سنگھ پریوار سے وابستگی کا ہے اور وہ کسی جمہوری حکومت کے خلاف دنیا کی سب سے بڑی خطرناک مگر کامیاب سازش آنا تحریک کی کوکھ سے نکلے لیڈر ہیں اور یہ بات شروع میں تو کم لیکن اب سبھی سمجھ گئے ہیں کہ آنا تحریک دراصل آرایس ایس کی سازش تھی تو ایسا لیڈر کچھ دنوں تک تو چہرے پر نقاب ڈالے رہ سکتا ہے؛ لیکن ایک نہ ایک دن یہ نقاب ہٹنی ضرور ہے اور اب کیجر وال نے خود ہی یہ نقاب نوچ کر پھینک دی ہے۔

شاہین باغ اور دہلی پولیس کی کارروائی کی تحریک، جواہر لال نہرو یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں طلبا پر سنگھی کمینوں کی کارروائی کے خلاف ایک لفظ بھی نہ بولنے والے کیجریوال نے کافی عرصہ سے دائیں بازو کے رجحان کا اظہار کرنا شروع کردیا تھا؛ لیکن اس بار دہلی سرکار کے سالانہ بجٹ میں انہوں نے کھل کر ویسی ہی پالیسیاں اور پروگرام اختیار کرنے کا اعلان کیا ہے جیسا بی جے پی خاص کر اتر پردیش کی یوگی سرکار کررہی ہے۔ یوگی سرکار میں گورکشہ ہندو تیرتھ استھلوں کی ترقی اور ایسے ہی ہندتو وادی پروجیکٹ پر رقم خرچ کی جارہی ہے جسکا مقصد سرکاری خرچ سے ہندتو کو فروغ دینا اور اپنا ووٹ بینک مضبوط کرنا ہے، کیجریوال نے بھی اس بار دہلی کے اسکولی نصاب میں دیش پریم کو شامل کرنے دہلی میں ۵۰۰ بڑے سائز کے ترنگے جھنڈے لگوانے اور بزرگوں کو مفت ایودھیا میں رام مندر کے درشن کے لئے رقم مختص کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

اول تو دیش پریم ایسا کوئی انجکشن نہیں ہے جس کے لگا دینے سے بچوں میں دیش پریم کا جذبہ پیدا ہو جائیگا، دوسرے جھنڈا لگانے یا نصاب میں اسے شامل کرنے سے یہ جذبہ پیدا ہوگا اس متعصبانہ سوچ پر صرف ہنسا ہی جا سکتا ہے، آپ کو یاد ہوگا جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے سنگھی وائس چانسلر نے یونیورسٹی میں ٹینک رکھوایا تھا تاکہ طلبہ میں دیش پریم کا جذبہ پیدا ہو، شاید کیجر وال نے انہیں سے یہ سبق لیا ہے، سرکاری خرچ پر کسی کو مذہبی سفر پر بھیجنا آئین ہند کے خلاف ہے؛ مگر جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اس دور میں آئینی قدروں کی کون فکر کرتا ہے،

اور یہ بات صرف یوگی آدتیہ ناتھ اور اروند کیجریوال تک ہی محدود نہیں ہے، تلنگانہ کے وزیراعلی چندر شیکھر راو نے مندروں مٹھوں وغیرہ کو کروڑوں روپیہ دیا۔ ایسا لگتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مذہبی دکھاوے کی ایک ہوڑ لگی ہوئی ہے۔ اپنی نجی زندگی میں مذہبی ہونا الگ بات ہے اور مذہب کے کاموں میں سرکار کی سرپرستی اور عوام کا پیسہ خرچ کرنا آئین کی روح کے منافی ہے۔ لیکن 2014 کے بعد سرکار کی سرپرستی میں یہ سلسلہ پوری بے شرمی سے جاری ہے جس سے ہندوستانی سماج کا تانا بانا بکھرتا جارہا ہے، جس کا شرمناک مظاہرہ ایک 12-13 سال کے مسلم بچے کے ایک مندر میں پانی پی لینے کی پاداش میں اسکی بے رحمی سے پٹائی کی شکل میں ہوا تھا۔ اس سے قبل نہ جانے بے قصور اور معصوم لوگ ماب لنچنگ کا شکار ہوئے اور انکے ورثا آج تک انصاف کے منتظر ہیں۔ اس وقت حالت کم وبیش ویسے ہی بنادئے گئے ہیں جیسے ہٹلر نے نازی جرمنی میں بنادئے تھے اور سنگھی مسلمانوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کررہے ہیں جیسا نازی غنڈے یہودیوں کے ساتھ کرتے تھے، افسوسناک بات یہ ہے کہ خطرناک رجحان سے لڑنے کے بجائے سیاسی مصلحت کوشی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے۔ حالانکہ وہ غیر بی جے پی سیاستداں چاہے جس پارٹی میں ہوں اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کی جارحانہ پالیسیاں اختیار کرکے وہ بی جے پی کو شکست دے سکتے ہیں تو یہ انکی خام خیالی ہے۔ جارحانہ ہندوتو کا نرم ہندوتو سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا جارحانہ ہندوتو کو صرف سیکولرزم ہی شکست دے سکتا ہے بشرطیکہ اس پر سختی اور ایمانداری سے عمل کیا جائے؛ کیونکہ جارحیت فرقہ پرستی اور نفرت جیسے منفی رجحان کی اول تو ہندستان جیسے متنوع ملک میں نہ تو عام قبولیت ہے اور نہ ہی اسکی لمبی زندگی ہے ایک دن اس سے لوگ عاجز آجائینگے یہ تو یقینی ہے لیکن تب تک ملک کا بہت نقصان ہو چکا ہوگا۔

ملک کو اس نقصان اور تباہی سے بچانے کے لئے بی جے پی کی نفرت آمیز تقسیم کارانہ پالیسی سے لوہا لینا ضروری ہے اور یہ کام صرف سیاست دانوں، سماجی کارکنوں، دانشوروں کا نہیں ہے؛ بلکہ ہر محب وطن ہندوستانی کو اس جنگ کا سپاہی بننا ہوگا تبھی اس ملک کو بچایا جا سکتا ہے ورنہ نازی جرمنی کے راستہ پر چلنے کا منطقی انجام نازی جرمنی جیسی تباہی کی شکل میں ہی سامنے آئیگا۔ یہی مکافات عمل ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
رابطہ اور واٹس اپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t,me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner